حجاج بن یوسفؒ

سیرت و کردار

مؤلفہ

ابن اعظم

محسن الامت

امیر حجاج بن یوسف ثقفی رح

اموی گورنر کی زندگی پر تاریخ اسلام کی مستند کتب کے مستند
اور نا قابلِ تردید حوالاجات کی روشنی میں بے لاگ تحقیق و ریسرچ

مولفہ

ابن اعظم

---------- ناشر ----------

مکتبہ تطہیر تاریخ اسلام

لاہور ---------- کراچی ---------- اسلام آباد

نام کتاب : حجاج بن یوسفؒ

نام مولف : ابنِ اعظم

سنِ اشاعت : جون ۱۹۹۹ء

تعداد : ایک ہزار

کمپوزنگ : سید معین احمد سرہندی

قیمت : ۲۰ روپے صرف

ملنے کے پتے :

۱) مکتبہ تطہیر تاریخِ اسلام اردو بازار - لاہور

۲) ادارہ گلستانِ اسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار - لاہور

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مئولف

تاریخ اسلام کی اَن گنت مظلوم شخصیتوں میں سے ایک شخصیت امیر حجاج بن یوسف ثقفیؒ کی بھی ہے۔ امیر حجاج بن یوسفؒ کو میں نے تاریخ کی مظلوم شخصیت اس لیے کہا کہ خلفاء اسلام اور خلافتِ امویہ کا یہ قابلِ فخر گورنر آج تاریخی کتب کے اندر راویوں کے رحم وکرم پر ہے۔ مولانا الطاف حسین حالیؒ ایک موقع پر فرماتے ہیں۔

بری بات کہنے کی گر کچھ سزا ہے — عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
مقرر جہاں نیک وبد کی جزا ہے — تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے
گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

ان اشعار میں تو مولانا حالیؒ نے ہمارے شاعروں کی لایعنی اور نفس پرستی سے مغلوب شاعری سے تنگ آکر خود شاعر حضرات پر اپنا غصہ نکالا ہے لیکن اگر ہم کتب تاریخ کا مطالعہ کریں تو اسمیں موجود اپنے اسلاف کے بارے میں کذب وافتراء اور دجل و تلبیس سے بھرپور مواد کو دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ آخری مصرے میں "شاعر" کی جگہ "راوی" کردیا جائے۔ کیونکہ انہی راویوں ہی کی مہربانی کی بدولت آج تک ہم صرف تطہیر تاریخ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں نا کہ تاریخ نویسی کا۔ خیر یہ تو ایک الگ بحث ہے مگر موجودہ دور میں جب اِسلامی قد آور شخصیات کے حالات، کردار و محاسن کو جب اجاگر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تو پھر سوچا کہ اِس مظلوم شخصیت کے بارے میں بھی کچھ لکھا جائے کہ جسکے ساتھ ہی قافیہ سفاک اور ظالم الاُمت کا لگا دیا گیا ہے۔ یہ بات کس قدر شرمناک ہے کہ غیر قومیں تو اپنے بزرگوں کے غیر اہم کارنامے بھی شاندار اور تابناک ثابت کرنے کیلئے سردھڑ کی بازی لگا دیتیں ہیں اور ہم اپنے بزرگوں کے محاسن و مغافر کو قبیح اور بدصورت بنا کر پیش کریں۔ اور اُن راویوں کو اپنی کتب میں جگہ دیں جو اپنے دلی بغض وکینہ کی وجہ سے ہمارے اسلاف کے تابناک ماضی کو زشت رد بنائیں۔ میری اسی بات کی تائید مصر کے فاضل مورخ

علامہ محب الدین خطیبؒ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"اور ہمارے اسلاف کی عظمت! سو شیطان نے ایسے لوگ ہمارے اُوپر مسلط کر دیئے جنکے قلوب بد ترین تھے اور ان سے صرف بُرائی ہی ٹپکتی تھی اُنھوں نے اُنکے خلاف خوب پراپیگنڈہ کیا۔ یہاں تک کہ اکثر لوگوں نے انکے اس پراپیگنڈہ کو سچ سمجھ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ایک ایسی اُمت ہو کر رہ گئے جن کی کوئی عظمت اور بزرگی نہ ہو۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ جب مجد و عظمت اور بزرگی و فضیلت مٹ رہی تھی اس وقت یہ اُمت خوابِ خرگوش میں سوئی ہوئی تھی۔ سچ بات یہ کہ انسانیت ایسی گہری نیند کبھی نہیں سوئی"۔
(العواصم من القواصم صفحہ ۳۶ تعلیقہ اُردو ترجمہ)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ
"تعجب ہے اِس امت پر کہ یہ اپنے بہادروں کی بُرائی بیان کرتی ہے۔ اور اپنی تاریخ کے خوبصورت ترین دور کو بد ترین دور بنا کر پیش کرتی ہے۔ اور اپنی بزرگیوں اور کارہائے نمایاں کو مٹاتی ہے۔ جیسا کہ ہم میں سے اشرار اور سازشی ذہن رکھنے والے لوگ کرتے ہیں۔ پھر ان اشرار کا پراپیگنڈہ اِس قدر وسیع ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کو بھی گمان ہو جاتا ہے کہ شائد یہ باتیں سچی ہی ہوں۔"
(العواصم من القواصم صفحہ ۱۷۷ تعلیقہ اُردو ترجمہ)

اِن تمہیدی معروضات کے ساتھ میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب مناظرہ و مجادلہ کیلئے قطعاً نہیں بلکہ صرف تاریخ اسلام کے اولین واقعات کو صحیح نقطہ نظر سے دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں نے امیر حجاج بن یوسفؒ کی شخصیت و کردار کے بارے میں مواد انہی کتبِ تاریخ سے اکٹھا کیا ہے جن میں سے مجھ سے پیشتر دوسرے حضرات لے چکے ہیں۔ میری سوچ اپنے اسلاف کے بارے میں مثبت ہے مگر ان کی سوچ اپنے اسلاف کے بارے میں کیا تھی۔ واللہ اعلم

ابن اعظم عفی عنہ'
یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
بمطابق ۱۴ اپریل ۱۹۹۹ء

ولادت اور ابتدائی حالات:-

آپکا پورا نام ابو محمد حجاج بن یوسف ثقفیؒ ہے۔ آپ طائف کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف کی شاخ اخلاف سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپکا شجرہ نسب مشہور مورخ ابن اثیر اپنی کتاب "الکامل" میں لکھا ہے۔

"حجاج بن یوسف بن حکم بن عقیل بن عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف"

ایک مشہور روایت کے مطابق خلافت اسلامیہ کا یہ نامور سپہ سالار طائف میں ۴۱ھ (۶۶۱ء) میں ناداری اور گمنامی میں پیدا ہوا۔ یہ چھٹے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا امیر معاویہؓ کا عہدِ خلافت تھا۔ انکے آباؤ اجداد سنگ برداری اور محنت مزدوری کو اپنا کسبِ معاش بنائے ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد جناب یوسف بن حکم سے حاصل کی جو دوسرے خاندان والوں سے ہٹ کر تعلیم و تدریس کا شعبہ اپنائے ہوئے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر کچھ عرصہ خود بھی درس و تدریس کا شعبہ اختیار کئے رہے مگر بعد میں طائف سے ہجرت کر کے دمشق جا پہنچے۔ اور امیر المومنین عبدالملکؒ بن مروانؒ کے ایک وزیر ابو زراعہ رواح زنباع الجدامی کی ملازمت اختیار کر لی۔ امیر المومنین کا وزیر خود بھی دانا شخص تھا۔ وہ امیر حجاجؒ کی انتظامی صلاحیتوں کو بھانپ گیا اور اسنے آپ کو ترقی دے کر اپنی جاگیر کا منتظم مقرر کر دیا۔ امیر المومنین کے وزیر کو اکثر امیر حجاجؒ سے اُنکے مزاج کی سختی کی شکایت رہتی تھی۔ مگر اس سختی کی وجہ کوئی ذاتی رنجش یا محض حکومتی عہدے کا غرور نہ تھا بلکہ انتظامی امور کی وجہ سے رویہ سخت ہو گیا۔ جو کہ خود وزیر کیلئے بہتر تھا۔ لہذا اسی وجہ سے وزیر درگذر کرتا رہتا تھا۔ کیونکہ اُسکی وجہ سے پہلے سے بہتر ہو گیا تھا۔

امیر حجاجؒ اور سیاست:-

امیر المومنین عبدالملکؒ بن مروانؒ کے زمانہ میں ایک سفر کے دوران اسلام دشمن غنڈوں نے فوج کے کیمپ میں آگ لگا دی تو روح بن زنباع کے مشورہ سے ساقہ کا محکمہ قائم کر کے امیر حجاجؒ کے افسر

مقرر ہونے کے بعد تمام غنڈے ملک کے جس حصے میں بھی تھے۔ اِردگرد روپوش ہو گئے اور اس وقت عربوں کو امیر حجاجؒ کے بلند مرتبے کا پتہ چلا۔

(مقدمہ تاریخ اِبنِ خلدون حصہ دوئم صفحہ ۱۲۱-۱۲۰)

یہ عملی سیاست میں امیر حجاجؒ کا پہلا قدم تھا۔ مزید پیش رفت اُس وقت ہوئی جب امیر المومنین عبد الملکؒ کو اپنی فوج سے شکایت پیدا ہو گئی۔ فوجی افسران نہایت سُستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ جسکی وجہ سے امیر المومنینؒ کو ایک ایک ایسے مدبر سیاستدان کی ضرورت تھی جو سیاسی سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ اور انتظامی صلاحیتوں سے بھرپور طبیعت کا مالک ہو۔ خوش قِسمتی سے یہ تمام باتیں امیر حجاجؒ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ امیر المومنین کی مجلس شوریٰ کے وزیر الوزراء روح بن زنباع جسکی جاگیر کے حجاج پہلے بھی محتسب رہ چکے تھے۔ اُنکی نشان دہانی پر آپ قصر خلافت میں پہنچے۔ سب سے پہلے امیر حجاج کی صلاحیتوں کو پرکھنے کیلئے اپ کو شرطہ (محکمہ پولیس) میں ملازمت ملی۔ اور آپ اپنی صلاحیتوں کو مکمل طور پر بروئے کار لاتے ہوئے ترقی کی منازل طے کرنے لگے اور فوج کے اہم مناصب تک جا پہنچے۔

داخلی نظم و نسق اور فوجی خدمات:-

۱) عراق:-

عراق شروع ہی سے فتنہ و فساد کا گڑھ تھا۔ اور کوفہ فتنہ کی جائے ولادت یہی وہ جگہ ہے۔ جہاں امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ کو مدینہ النبی ﷺ سے نکال کر دارالخلافہ کو تبدیل کیا گیا اور پھر نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ یہی وہ کوفہ ہے جہاں سے سیدنا حسینؓ کو ایک سازش کے تحت خلیفہ وقت کے خلاف خروج کروا کر کربلا میں شہید کروا دیا گیا۔ یہ کوفہ شہر فتنہ و فساد کا گڑھ بن چکا تھا۔ سیدنا امیر معاویہؓ نے اپنے دور خلافت میں اس کو بہت حد تک امن و سکون کا مرکز بنائے رکھا۔ مگر انکی وفات کے بعد اس شہر کا امن و امان ایک معمہ بن کر رہ گیا۔ ہر خلیفہ کے لیے اس شہر کی گورنری کا مسئلہ ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گیا۔ یہاں کا فسادی گروہ ہر روز نئے گورنر کا استقبال کرتا اور اسے ذلیل و رسوا کر کے نکال دیتا تھا۔ یہ علاقہ خلافتِ اسلامیہ میں علاقہ غیر کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب امیر المومنین عبد الملکؒ سریرِ آرائے

خلافت ہوئے تو اُنکے سامنے بھی اِسی شہر کے امن و امان کو بحال کرنے کا مسئلہ پیش ہوا۔ مگر وہاں پر گورنر بنانا اور کسی کو نظم و نسق بہتر کرنے کیلئے بھیجنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ خود امیر المومنین عبد الملکؒ کو پرانے تجربات کے بعد یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اس جگہ کا گورنر امیر حجاج بن یوسفؒ کو بنایا جائے۔

چنانچہ اہل خراسان اور کوفہ و بصرہ کی باغیانہ روش کو ختم کرنے کیلئے امیر حجاج بن یوسفؒ کو عراق کا گورنر بنا دیا گیا۔ امیر حجاج اپنے ساتھ صرف بارہ ادمی لے کر ایک ہزار میل کا سفر طے کر کے بالکل غیر متوقع طور پر کوفہ پہنچے اس وقت اُنہوں نے نقاب پہن رکھا تھا تاکہ لوگ اپ کو پہچان نہ سکیں۔ کوفہ کی مسجد میں جب نئے گورنر کی آمد کا اعلان ہوا تو لوگ حسبِ معمول کنکر اور پتھر لے کر نئے گورنر کے استقبال کیلئے پہنچے۔ امیر حجاج بن یوسفؒ نے ممبر پر چڑھ کر چہرے پر سے نقاب ہٹایا اور تقریر شروع کی۔ مختلف کُتب میں جو تقریر کے الفاظ ہمیں دستیاب ہو سکے ہیں وہ کچھ یُوں ہیں فرمایا!

" لوگو! سنو اور ہوش مندی سے سنو! تمہاری شورش پسندی اور شرارتوں سے تنگ آکر امیر المومنین نے اس بار اپنے ترکش کا سب سے سخت تیر تم پر چلایا ہے۔ تم منافق ہو۔ مفسد اور باغی ہو۔ تم نت نئی شرارتیں کرنے اور ہر آنے والے حاکم سے بغاوت کرنے کے عادی ہو۔ سیدھے ہو جاؤ اور اطاعت کیلئے سر جھکا دو ورنہ میں تمہیں ایسا ذلیل و خوار کر دوں گا کہ تمہاری آئندہ نسلیں تم پر لعنت بھیجا کریں گی۔ میں تمہاری گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والا نہیں بلکہ وہ ہوں کہ تمہارے سب بل نکال کر تمہیں تیر کی طرح سیدھا کر دوں گا۔ یاد رکھو! میں تمہارے ٹیڑھے پن کو ایسا سیدھا کر دوں گا کہ تم سدھی ہوئی اونٹنیوں کی طرح دودھ دینے لگو گے۔ جس طرح ایک بڑھی آن گڑھ لکڑی کو چھیل کر اپنے منشا کے مطابق بنا لیتا ہے اسی طرح میں بھی تمہیں چھیل کر اپنی مرضی کے مطابق کام لوں گا میرا غصہ بہت تیز اور میرا انتقام بہت ہولناک ہے۔ تم سیدھی طرح راہ پر آجاؤ۔ ورنہ خدا کی قسم! میں تمہاری کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھروا دوں گا تلواروں اور نیزوں کے اتنے چرکے لگاؤں گا کہ تمہاری رگ رگ سے خون کے فوارے چھوٹیں گے۔ اور تمہاری بوٹیاں جنگل میں پھینکوا دوں گا۔ تاکہ کتے اور کوّے کھائیں۔ میں نے سنا ہے کہ تم میں سے اکثر مہلب (امیر المومنین کے سابقہ گورنر) کا ساتھ چھوڑ کر لوٹ آئے ہیں۔ کہ وہ (امیر المومنین کے دشمنوں کی تلواروں کا لقمہ بن جائے اور تم بیوی بچوں میں بیٹھے مزے کرو۔ سن لو میں (امیر المومنین کے سر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ

جو لوگ مہلب کا ساتھ چھوڑ کر آئے ہیں۔ وہ اگر تین دن کے اندر اندر واپس نہ چلے گے تو مجھ سے بُرا اور کوئی نہ ہو گا! میں تمہاری بیویوں کے سہاگ لوٹ لوں گا۔ اور تمہارے بچوں کو یتیم کر دوں گا تاکہ وہ در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔

میں دیکھتا ہوں نظریں اٹھیں ہوئیں ہیں گردنیں اونچی ہو رہی ہیں۔ سروں کی فصل پک چکی ہیں اور کٹائی کا وقت آگیا ہے۔ میری نظر وہ خون دیکھ رہی ہے جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہہ رہا ہے۔

اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ باغی بری طرح مرعوب ہوئے اسکے بعد امیر حجاجؒ نے امیر المومنین کا خط پڑھنے کیلئے دیا جس میں امیر کی تقرری بطور گورنر کے کرنے کا حکم موجود تھا۔ خط کا آغاز "اسلام علیکم" سے تھا۔ باغی اس قدر حواس باختہ تھے کہ سلام کا جواب بھی نہ دے سکے امیر حجاجؒ نے غصے سے کہا کہ امیر المومنین تم لوگوں پر سلام بھیج رہے ہیں اور تم چپ ہو اس پر تمام لوگوں نے سلام کا بیک وقت جواب دیا اور خط نہایت غور سے سنا"۔

(تاریخ اسلام از: مولانا شاہ معین الدین ندویؒ جلد ۱ صفحہ ۴۰۶-۴۰۵ و کامل ابنِ اثیر)

۲) خوارج کا استیصال :-

خوارج کا گروہ سیدنا علی المرتضیٰؓ سے تحکیم کے فیصلے کے بعد الگ ہوا اسکا سردار زرعہ بن برح الطائی اور بعض روایتوں میں مرقوص بن زہیر سعدی تھا۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے نہروان کے مقام پر ایک سخت اور خونریز جنگ میں ان کو شکستِ فاش دی اور اکثریت انکی مارے گئے۔ پھر کچھ سردار فروہ بن نوفل کی قیادت میں سیدنا امیر معاویہؓ کے خلاف سر اٹھانے کیلئے کھڑے ہوئے مگر بری طرح شکست کھائی۔ آخر ان کے نامور سردار مستور کے قتل کے بعد بڑی حد تک انکا زور ٹوٹ گیا۔ مگر خلیفہ عبد الملکؒ بن مروانؒ کے عہد میں پھر انہوں نے سر اٹھایا۔ اس بار اس خارجی گروہ کا سردار شبیب بن نعیم شیبانی تھا جو کہ بہادر، عقلمند اور جنگجو بھی تھا۔ اس کے مقابلہ پر عدی بن عدی کندی پھر خالد بن جزر پھر حارث اور پھر جنزل بن ابجر نے پے در پے شکست کھائیں اس کے بعد امیر حجاج بن یوسفؒ خود میدان میں اُترے۔ اور اپنے باڈی گارڈ اور شامی فوج کے ساتھ کوفہ کے باہر مقابلہ ہوا۔ اس بار اس گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ خارجی سردار شبیب کا

بھائی مصادر جو اس کا قوتِ بازو تھا مارا گیا۔ لیکن اس سے پھر بھی شبیب کے بازو استقلال میں فرق نہ آیا وہ اس جانفشانی سے لڑا اور اپنی قلت تعداد کی فکر نہ کی مگر اسلامی فوج کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور بھاگ نکلا۔

امیر حجاج بن یوسفؒ نے سفیان بن ابرد کو شامی فوج کے ساتھ اسکے تعاقب میں بھیجا۔ اہواز میں لبِ ساحل دونوں کا مقابلہ ہوا۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ تیر اندازی سے خارجیوں کی کمک ختم ہو گئی۔ شبیب نے رات گزارنے کیلئے دریا کو عبور کر کے دوسری سمت نکل جانا چاہا مگر عین پل کے وسط میں اسکا گھوڑا بدکا اور مع شبیب کے دریا میں ڈوب گیا۔

شبیب کے بعد امیر حجاجؒ کو اسکی جماعت کی جانب سے تو اطمینان ہو گیا مگر کرمان میں خوارج ہی کی ایک شاخ کا جو نافع بن ازرق کی نسبت سے ازارقہ کہلاتی تھی بڑا زور تھا مہلب کامل اٹھارہ مہینے اسکے مقابلے میں تھے۔ لیکن انکا اثر کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا۔ شبیب کے خاتمہ کے بعد امیر حجاجؒ ادھر متوجہ ہوئے اور مہلب بن ابی صفرہ کی مدد کیلئے مزید فوجیں بھیجیں اور ازارقہ کے استیصال کی سخت تاکید کی۔ مہلب نے تازہ دم فوجوں کی مدد سے پورا زور صرف کر دیا۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

اس زمانے میں ازارقہ کا سردار قطری بن فجاہ تھا۔ اتفاق سے اسکے ایک عہدے دار نے ایک خارجی کو قتل کر دیا۔ خارجیوں نے اسکے قصاص کا مطالبہ کیا قطری نے کہا کہ یہ قاتل کی خطائے اجتہادی تھی اسلئے قصاص واجب نہیں اس سے ایک جماعت اسکے خلاف ہو گئی مہلب کو اس اختلاف کا علم ہوا تو انہوں نے ایک نصرانی کو مقرر کیا کہ وہ خارجی بن کر خوارج کے سامنے قطری کو سجدہ کرے اس نے اس کی تعمیل کی۔ خارجی عقیدے میں بڑے سخت ہوتے ہیں۔ انھوں نے قطری سے کہا اس شخص نے تم کو خدا بنا لیا ہے۔ اور اس نصرانی کو قتل کر دیا۔ اس سے اختلاف اور بڑھ گیا اور ایک جماعت نے قطری سے الگ ہو کر عبدربہ الکبیر کو اپنا سردار بنا لیا۔ ان دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر قطری اپنی جماعت لے کر طبرستان چلا گیا۔ جب عبدربہ الکبیر تنہا رہ گیا۔ اس وقت مہلب نے اس کو جیرفت کے مقام پر فوج سمیت گھیر لیا۔ عبدربہ الکبیر کچھ دنوں تک بہادری سے مقابلہ کرتا رہا لیکن جیرفت میں محصور ہونے کی وجہ سے کھل کر نہ لڑ سکا اسلئے کسی طرح موقع پا کر یہاں سے بھاگ نکلا۔ مہلب نے آگے بڑھ کر گھیرا۔ خوارج نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ مہلب جیسے تجربہ کار افسر کے چھکے چھوٹ گئے۔ لیکن وہ اپنے عزم پر قائم رہا اور ایک پر زور معرکے کے بعد عبدربہ الکبیر مارا گیا

اور اسکی جماعت کے بہت کم افراد زندہ بچے۔ اس تمام مہم کی کامیابی پر امیر حجاجؒ نے مہلب کو مبارکباد دی۔

عبدربہ کے بعد امیر حجاجؒ نے سفیان بن ابرو کو شامی فوج کے ساتھ قطری کے مقابلہ کیلئے طبرستان بھیجا اور کوفہ کی فوج کو اس کی مدد پر مامور کیا۔ طبرستان کی ایک پہاڑی میں سفیان اور قطری کا مقابلہ ہوا۔ عین مقابلہ کے وقت قطری کے بہت سے ادمیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ قطری بھاگ نکلنا چاہتا تھا مگر گھوڑے سے گر کر زخمی ہوا۔ اتفاق سے اس طرف ایک بدو کا گزر ہوا۔ قطری نے اس سے پانی مانگا۔ اس بدو نے قطری کا لباس اور قیمتی سازوسامان دیکھ کر یہ چاہا کہ یہ سب لے کر اسے مار ڈالے۔ قطری کے شور مچانے پر شامی سپاہیوں کا ایک دستہ پہنچ گیا۔ سپاہیوں نے قطری کو پہچان لیا اور اسے قتل کر دیا۔ قطری کے قتل کے بعد اسی گروہ کا ایک ادمی عبیدہ بن بلال ایک مختصر سا گروہ لے کر اٹھا مگر جلد ہی مارا گیا۔ یوں اِک خونریز اور اندوہناک جنگ کے بعد اس فسادی گروہ کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا اور خلافتِ اسلامیہ کو اس کے شر سے نجات مل گئی۔ اس کامیابی کی اطلاع جب سفیان اور مہلب نے امیر حجاجؒ کو دی تو امیر حجاجؒ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دونوں کو مبارکباد دی۔

(تاریخ اسلام از: مولانا شاہ معین الدین ندویؒ جلد ا طبری و کامل ابنِ الاثیر)

۳) عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث کی بغاوت :-

عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث امیر حجاجؒ کے زمانے کا ایک فوجی افیسر تھا۔ آدمی ذہین اور عقلمند تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عراق کا رہنے والا تھا جہاں ایرانی سبائی خاصی تعداد میں موجود تھے اور خاص طور یہ کہ بصرہ اور کوفہ ان سبائیوں کے ہیڈ کوارٹر تھے۔ یہ گروہ "تقیہ" کے پرفریب پردے میں پوشیدہ رہ کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ ابن الاشعث کا جو کردار تاریخ کے اوراق سے ملتا ہے اسکا حاصل یہی ہے کہ وہ بھی اسی گروہ کا ایک فرد اور کارکن تھا جو کہ عرصہ دراز تک تقیہ کے پردے میں اپنے مشن پر کام کرتا رہا۔ مثال کے طور پر مشہور خارجی شبیب بن نعیم جب عروج پر تھا تو شبیب نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی نہایت سستی اور کاہلی کا ثبوت دیا ایک موقع جنگ میں ایسا بھی آیا کہ شبیب

بالکل ابن الاشعث کی تلوار کے نیچے آ چکا تھا مگر ابن الاشعث نے جمہوری تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اسکے ساتھ التوائے جنگ کا معاہدہ کیا اور اسے خلافت اسلامیہ کے خلاف مزید فساد پھیلانے کیلئے چھوڑ دیا۔ اس افسوسناک واقع کی اطلاع امیر حجاجؒ کو عثمان بن قطعن نے دی۔ ان واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر دشمن کو قوت حاصل کرنے کی مہلت دے رہا تھا اس وجہ سے وہ خلافتِ اسلامیہ کے ایک ذمہ عہدہ دار ہونے کی وجہ سے خیانت اور حثیت انسانی حقوق کے ظلم کا مرتکب ہو رہا تھا۔ ایک اور واقع جس سے اسکی وفاداریوں کے مکمل طور پر تبدیل ہونے کا رازافشاں ہوتا ہے۔ وہ طبری کی زبانی کچھ ایسے ہے۔

"عبدالرحمن بن الاشعث نے وہ رات دیرالیعاد میں بسر کی۔ دو سوار آئے اور اسکے پاس کوٹھے پر چلے گئے۔ ایک شخص تو علیحدہ ہو کر کھڑا ہو گیا دوسرا بہت دیر تک عبدالرحمٰن کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرتا رہا۔ پھر وہ اتر آیا اور اسکے ساتھی بھی نیچے اتر آئے۔ بعد میں لوگوں نے بیان کیا کہ جو شخص عبدالرحمٰن سے باتیں کرتا رہا وہ شبیب خارجی تھا اور عبدالرحمٰن میں اور اس میں پہلے سے مراسلت ہوا کرتی تھی"۔

(تاریخ طبری جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۶ مترجم)

اِس بیان سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ وہ دانستہ طور پر خلافت اسلامیہ کے دشمنوں کے ساتھ مل چکا تھا اور آئین اور دفعات کی رو سے بھی غدارِ وطن تھا۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کے ممتاز مورخ و محدث شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہؒ کے شاگردِ رشید شمس الاسلام علامہ ذہبیؒ اس غدارِ وطن کا تعارف کچھ یوں کرواتے ہیں۔

"عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث ایک فوجی آفیسر تھا۔ یہ عراق کا رہنے والا تھا۔ تیز جری اور ذہین آدمی تھا۔ حجاج نے اسے سجستان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے قریب کے کافر ملک پر حملے شروع کر دیئے۔ ان بلادوامصار کا والی ایک مشرک رتبیل نامی تھا۔ یہ حملے صرف سرحد تک محدود تھے۔ اور سرحدی چھیڑ چھاڑ کی حد سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ کچھ مدت بعد حجاج نے اسے لکھا کہ "رتبیل" کے ملک پر باقاعدہ حملے کرے اور اندرون ملک تک فوجیں لے جا کر اسکی سرزمین کو فتح کرے۔ چونکہ اس کی حجاج سے کچھ مخالفت تھی اس لئے اس نے خود ہی سوچا کہ حجاج نے اسے جنگ کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اسے اور اسکے لشکر کو

تباہ کروادے۔ اس نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ ہمارے پاس اتنی قوت نہیں کہ ہم رتبیل کے ملک پر حملہ کرسکیں اور اندرونِ ملک جاکر لڑ سکیں۔ حجاج نے ہمیں تباہ کرنے کیلئے یہ حکم دیا ہے۔ اسلئے تم مجھے امیر مانلو اور خلافتِ اسلامیہ پر قبضہ کرلو۔ حجاج اور عبدالملک دونوں کو ختم کردو۔ فوج اس پر راضی ہوگئی اور اس نے بغاوت کردی۔ اس کے ساتھ بہت سا لشکر ہوگیا۔ اور اس نے بلادِ اسلامیہ پر حملے شروع کردیئے۔ حجاج نے عبدالملک کو خط لکھا۔ اس نے ابنِ الاشعث کے مقابلے کیلئے شام سے لشکر بھیجا جس نے اسے شکست دی یہاں تک کہ "بست" کے مقام پر پہنچ کر اس کا لشکر منتشر ہوگیا۔ اور "بست" کے عامل نے اسے قید کرلیا۔ یہ واقعہ رتبیل کو معلوم ہوا تو وہ اپنا لشکر لے کر "بست" پہنچا اور ابنِ الاشعث کو قید سے چھڑا کر اعزاز واکرام کے ساتھ لے گیا"۔ امیر حجاجؒ کو جب یہ پتہ چلا کہ رتبیل نے ابن الاشعث کو پناہ دی ہے تو فوراً رتبیل کو ایک خط لکھا کہ اس غدارِ وطن کو میرے حوالے کردو ورنہ میں تمہارے ملک کا رخ کرکے اس کو پامال اور نیست و نابود کردوں گا۔ رتبیل اس پر راضی نہ ہوا مگر اس کے ایک وزیر عبید بن ربع نے رتبیل سے کہا کہ تم حجاج کے انتقام کو نہیں جانتے وہ اک بار جو کہہ دیتا ہے کر کے دکھا دیتا ہے۔ سمجھداری اسی میں ہے کہ تم ابن الاشعث کو حجاج کے حوالے کردو اور بدلے میں سات سال تک خراج معاف کروالو۔ چنانچہ مختلف روایات کے مطابق رتبیل نے ابن الاشعث کو گرفتار کرواکر، قتل کرواکر یا پھر سر قلم کرواکر حجاج کے حوالے کردیا۔ کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن الاشعث گرفتاری کے دوران راستے میں خودکشی کرکے ختم ہوگیا۔ مشہور روایت کے مطابق یہ ۸۵ ھج کا واقعہ ہے۔

(تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر الاعلام حوالہ اظہارِ حقیقت جلد سوئم و تاریخ اسلام جلد ۱)

مئورخ اسلام علامہ ذہبیؒ کے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ عبدالرحمٰن ابنِ اشعث نے کسی طرح ملک و قوم سے غداری کی اور خلافتِ اسلامیہ کے خلاف تلوار اٹھائی اور پھر غداروں کا ساتھ دیا۔ اور یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ خلیفۃ المسلمین اور اس محسن انسان کو شہید کروانے کی کوشش کی جسکی بدولت وہ آج اس مقام پر پہنچا تھا۔ اور پھر احسان فراموشی اس حد تک کی کہ ان باغیوں سے کہا کہ خلافتِ اسلامیہ پر قبضہ کرلیا جائے اور دشمنِ اسلام والمسلمین رتبیل کا ساتھ دیا۔ علامہ ذہبیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "بست" کے مقام پر پہنچ کر اسکا لشکر منتشر ہوگیا۔ اس وجہ سے بست کے عامل نے اسے اسانی سے گرفتار کرلیا۔

یہاں پر ایک مغالطے کا جواب دینا ضروری ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش مفکروں اور دانشور قسم کے مورخوں نے علامہ ابنِ کثیرؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قراء (علماء اور فقہاء) کی پوری رجمنٹ اُسکے ساتھ تھی۔ مگر اس بیان کو نقل کرنے والے حضرات خود علامہ ابنِ کثیر کا کوئی ایک قول یا روایت نقل نہیں کرسکے جس سے ابنِ الاشعث کی حمایت کا پتہ چل سکے۔ ہاں اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ قراء کی رجمنٹ ابنِ الاشعث کے ساتھ تھی تو پھر سابقہ علامہ ذہبیؒ کا بیان بھی ذہن میں رکھ لینا چاہئے کہ وہ رجمنٹ "بست" کے مقام پر پہنچ کر اس سے الگ ہوگئی تھی۔ اب وہ کیوں الگ ہوگئی تھی۔ اگر وہ جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کے ارادے سے ساتھ تھے اور اب کیا وجہ تھی کہ وہ اس سے الگ ہوگئے تھے۔ اس بات کا جواب شائد علامہ ابنِ کثیر کی روایت نقل کرنے والوں کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی ہوگا۔ بعض علماء اور مشائخ کا تذکرہ ہمیں تاریخ کے اوراق میں ملتا ہے مگر انکی تقاریر جو ابنِ الاشعث کے حق میں ریکارڈ کی گئیں وہ روایت اور درایت کے اصولوں پر پوری نہیں اترتیں۔ ان علماء اور مشائخ میں شعبیؒ، ابنِ ابی لیلیٰؒ اور حسن بصریؒ وغیرہم شامل ہیں۔ مگر انکی تقاریر اگر جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں تھیں تو پھر وہ اس واقعہ کے بعد اپنے وطن واپس کیوں چلے گئے؟ کیا اب جہاد کا وہ حکم منسوخ ہوگیا تھا؟ کیا اب ابنِ الاشعث جیسا کوئی مردِ مجاہد دنیا میں موجود نہ تھا؟ اس سوال کا جواب مفکرین اور دانشور طبقے کے ذمہ ہے۔ تاہم سعید بن جبیرؒ کی طرف منسوب جو تقریر ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ وہ تقریر جو تاریخ کی مختلف کتب میں موجود ہے اس کا جو حصہ ہماری اس بحث سے متعلق ہے ہم وہ نقل کرتے ہیں۔ مختلف سوالات پوچھنے کے بعد امیر حجاجؒ نے سعید بن جبیرؒ سے پوچھا کہ

حجاج: کیا یہ صحیح نہیں کہ تم کوفہ میں آئے۔ جب کہ وہاں ایک شخص بھی غیر عربی نہیں تھا اور میں نے تم کو وہاں کا قاضی اور امام بنایا۔

سعید: کیوں نہیں۔

حجاج: کیا یہ درست نہیں کہ تمہارے عہدۂ قضاء پر مامور ہونے کی وجہ سے اہلِ کوفہ نے شوروغل مچایا اور مطالبہ کیا کہ ہمارا قاضی عربی ہونا چاہئے۔ تو میں نے تمہاری جگہ ابوبردہ ابن ابی موسیٰ اشعری کو قاضی بنادیا۔ مگر ساتھ ہی ہدایت کردی کہ وہ تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کریں۔

سعید: ہاں یہ بھی صحیح ہے۔

حجاج : کیا میں نے تم کو اپنا ندیمِ خاص نہیں بنایا۔ حالانکہ میرے خاص اہلِ مجلس سب عرب کے بڑے بڑے سردار تھے۔

سعید : یہ بھی درست ہے۔

حجاج : کیا میں نے پہلی ہی ملاقات میں تم کو ایک لاکھ کی رقم نہیں دی، کہ تم اس کی اربابِ ضرورت پر خرچ کرو، پھر میں نے تم سے اس کا کوئی حساب نہیں مانگا۔

سعید : بے شک یہ بھی بجا ہے۔

حجاج : پھر ان (احسانات کے باوجود) تم کو میری مخالفت پر کس نے آمادہ کیا۔

سعید : عبدالرحمٰن بن الاشعث کی بیعت نے جس کا طوق میری گردن میں تھا۔

(تاریخِ طبری جلد ٨ صفحہ ٩٤ و تاریخ ابن خلکان جلد ا صفحہ ٢٠٥ ، ٢٠٦)

سعید بن جبیرؒ بہت بلند درجہ کے عالم، متقی، عابد، زاہد، اور مجتہد تھے۔ انکی انفرادی زندگی کسی تعارف اور دلیل کی محتاج نہیں مگر یہ بھی بات صحیح نہیں کہ امیر حجاجؒ کے متعلق وہ جو رائے رکھتے تھے وہ بالکل صحیح تھی۔ اس وقت سبائی اور منافق لوگ جنہوں نے خلافتِ اسلامیہ کے خلاف اپنا پراپیگنڈہ زبردست طریقے سے شروع کیا ہوا تھا اور اسکا زیادہ تر اثر صوفیاء پر ہوا تھا۔ سعید بن جبیرؒ بھی انہی سادہ لوح بزرگوں میں شامل تھے جو ان مفسدین کی شر انگیز باتوں سے مغلوب ہو گئے۔ اس کی مثال کو آپ ایسے سمجھیں کہ ١٩٧٩ء میں ایران میں شاہِ ایران کا تختہ اُلٹنے کے بعد جو انقلاب آیا بہت مدت تک بڑے بڑے علماء اور صلحاء اس مغالطے میں رہے کہ وہ اسلامی انقلاب ہے مگر بعد جو حال اس ملک کا ہوا۔ جو ظلم شریعتِ اسلامیہ کا نام لے کر کیا گیا اور جو لٹریچر وہاں سے اس انقلاب کے بانی اور ان کے روحانی پیشوا آنجہانی خمینی کا شائع ہوا بہت سے علماء اور صلحاء کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور وہ سمجھ گئے کہ یہ اسلامی انقلاب نہیں بلکہ ایرانی انقلاب ہے۔ بس اسی طرح سعید بن جبیرؒ بھی ان لوگوں کے جال میں پھنس گئے جو کہ سیدنا حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کو بہانہ بنا کر خلافتِ اسلامیہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ وہ حکومت کے خلاف کام کر رہے تھے اس لئے حکومتِ وقت انہیں باغی اور واجب القتل سمجھتی تھی۔ جو کہ شرعاً اور عقلاً جائز تھا۔ کیونکہ خلافتِ اسلامیہ کے خلاف بغاوت بذاتِ خود ایک ناقابلِ تلافی جرم اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اور حد تو یہ کہ پھر مفسدین اور

کفار کے ساتھ مل کر بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کرنا اور اس لیڈر کا ساتھ دینا جو خلافتِ اسلامیہ کو نیست و نابود کرنے کے چکروں میں ہے۔ ان حالات میں امیر حجاجؒ بطور گورنر کے اس فرضِ منصبی پر عائد تھے کہ خلافتِ اسلامیہ اور بلادِ اسلامیہ کا تحفظ کریں اور اندرونی اور بیرونی سطح پر ہر سازش کو ختم کریں اس امن و امان کے ماحول کو اگر قائم کرنے کیلئے مفسدین کے ساتھ ملے ہوئے سادہ لوح لوگوں کو باوجود منع کرنے کے اگر قانونی طریقے سے چارہ جوئی کی جائے تو کیا وہ قانوناً اور شرعاً ناجائز ہے؟ سعید بن جبیرؒ بہت بڑے عالم سہی، متقی سہی، عابد سہی، زاہد سہی مگر کیا وہ قانون سے بالاتر ہیں؟ کیا وہ خلافتِ اسلامیہ کو ختم کرنے کا حق رکھتے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، اور پھر جتنے بھی واقعات مرچ مصالحے لگا کر اس موقع پر بیان کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب اول تا آخر مکذوب اور مجروح ہیں۔ اگر اس وقت امیر حجاجؒ کے بجائے سیدنا ابوبکرؓ یا سیدنا عمرؓ ہوتے تو وہ کیا کرتے۔ کیا وہ خلافتِ اسلامیہ کو یونہی باغیوں اور مفسدین کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کیلئے چھوڑ دیتے؟ ابن الاشعث باغی تھا، غدار تھا، مفسدین کا سرغنہ تھا اسکا ساتھ دینا بھی اتنا ہی بڑا جرم تھا۔ یہ تاریخ کا ایک بھیانک سچ ہے کہ ایک عالم، زاہد، متقی، اور مجتہد ان فسادات کی نذر ہو گیا۔

٤) سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ اور امیر المومنین عبدالملکؒ :-

سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کا شمار صغار صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ یہ ان صحابہ کرامؓ میں شامل ہیں جو حضور ﷺ کے وصال کے وقت کم سنی کی حالت میں تھے۔ ان کے ہم عصروں میں سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا مروانؓ اور سیدنا علی بن ابی العاصؓ شامل ہیں۔ آپ سیدنا زبیرؓ کے فرزند، سیدنا ابوبکرؓ کے نواسے اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے سگے بھانجے ہیں۔ انہی سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو سیدہ عائشہؓ نے گود لے کر بیٹا بنایا تھا۔ اور حضور ﷺ نے انہی کی نسبت سے سیدہ عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ رکھی تھی۔ آپ شروع ہی سے نہایت عقلمند، فہیم اور بہادر انسان تھے۔ جنگ جمل میں سیدہ عائشہؓ صدیقہ کے ہمراہ لڑے اور بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے اسی جنگ کی بنا پر آپ نے کافی مقبولیت حاصل کی اور امت کی عملی سیاست میں داخل ہو گئے۔ آپکی نسبی حیثیت اور ذاتی فضائل کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا ایک قول صحیح بخاری میں یوں بیان ہوا ہے۔

''ہم سے حجاج نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ان سے ابن جریج نے ابن ابی ملیکہؒ کی بابت بیان کی اور ان دونوں (یعنی سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور ابن ملیکہؒ میں) کے مابین کچھ اختلاف تھا۔ (یعنی حضرت ابنِ زبیرؓ کا ساتھ دینے یا نہ دینے کے بارے میں)۔ ابنِ ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابنِ عباسؓ کی خدمت میں گیا اور کہا کیا آپ ابنِ زبیرؓ سے جنگ کر کے حرم کی بے حُرمتی کرنا چاہتے ہیں''؟ انھوں نے فرمایا ''معاذاللہ! کعبہ کی بے حرمتی تو اللہ تعالٰی نے ابنِ زبیرؓ اور بنوامیہ کی قسمت میں لکھی ہے۔ بخدا میں اسکی بے حرمتی کبھی نہیں کروں گا'' پھر فرمایا ''لوگوں نے کہا تھا ابنِ زبیرؓ سے بیعت کر لو'' میں نے کہا ان سے زیادہ اس امر کا حقدار اور کون ہو گا۔

انکے باپ کو دیکھو تو وہ رسول اللہ ﷺ کے حواری ہیں۔ یعنی سیدنا زبیرؓ۔ ان کے نانا دیکھو تو وہ ''صاحبِ غار'' ہیں یعنی سیدنا ابوبکرؓ۔ ان کی والدہ کو دیکھو تو ''ذات النطاقین'' ہیں۔ یعنی سیدہ اسماءؓ۔ ان کی خالہ کو دیکھو تو ''ام المومنینؓ'' ہیں یعنی سیدہ عائشہؓ۔ ان کی پھوپھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ یعنی سیدہ خدیجہؓ۔ اور رسول ﷺ کی پھوپھی انکی دادی ہیں یعنی سیدہ صفیہؓ۔ پھر اسلام میں وہ پرہیزگار ہیں قرآن کے بڑے عالم ہیں۔ بخدا اگر (بنوامیہ) میرے ساتھ صلہ رحمی کریں تو یہ صلہ رحمی قریبی رشتہ داروں کی طرف سے ہو گی۔ ہم چشموں کی طرف سے ہو گی پھر میں تویتات، اسامات اور حمیدات کو ترجیع دوں! آپ کی مراد بنو تویت، بنو اسامہ اور بنو اسد سے تھی۔ اور یہ جو ابو العاص کے فرزند ہیں (یعنی سیدنا عبدالملکؒ بن مروانؓ) تو مردانہ وار بڑھ رہے ہیں۔ اور یہ صاحب جو ہیں (یعنی سیدنا عبداللہ ابن زبیرؓ) تو انھوں نے اپنی دم سکیڑ رکھی ہے''۔

(بخاری شریف جلد ۲، کتاب التفسیر۔ باب قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار)

اس حدیث مبارک سے یہ پتہ چل گیا کہ نسبی اعتبار سے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ۔ امیر المومنین عبدالملکؒ بن مروانؓ سے بدرجہا بڑے ہیں۔ لیکن اگر خاندان کی مقبولیت دیکھی جائے تو بنوامیہ بہر حال بنو ہاشم سے بدرجہ اَتم بلند تھا۔ اور پھر سیدنا ابن عباسؓ کے قول کے مطابق انکے نزدیک سیدنا ابن زبیرؓ میں وہ قائدانہ صلاحیتیں موجود نہ تھیں جو کہ سیدنا عبدالملکؒ میں تھیں جنکی بدولت اندرون ملک شورش پر قابو پانا جانتے تھے۔ یہ بات صحیح ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو کبارِ صحابہؓ کے ساتھ اُمتِ مسلمہ کی عملی سیاست میں قدم رکھنے کا موقع بہت ملا مگر یہ بات بھی صحیح ہے کہ خاندانِ بنوامیہ روزِ اول سے ہی سیاست اور امارت میں ایک ذمہ دار

اور مستند دلیل کی حیثیت اختیار کر چکا تھا خود حضور ﷺ کے عہدِ مبارک میں کل ۲۲ گورنروں میں سے ۱۱ گورنر بنوامیہ میں سے تعلق رکھتے تھے۔ اور باقی صرف ایک ایک گورنر ہر خاندان کا تھا۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تمام کے تمام گورنر نو مسلم صحابہؓ تھے۔ اور خاندانِ بنوہاشم سے صرف ایک گورنر یعنی سیدنا عکاشہؓ بن ثور تھے۔ سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ۵ گورنر بنوامیہ میں تھے اور سیدنا ابوبکرؓ کے دور سے لے کر سیدنا عمرؓ کے دور تک شام کا اہم صوبہ سیدنا یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کے پاس رہا جو سیدنا امیر معاویہؓ کے بڑے بھائی تھے اور پھر انکی وفات کے بعد سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت سے لے کر سیدنا علی المرتضٰی سیدنا امیر معاویہؓ کے زیرِ نگرانی تھا۔ جو بنوامیہ کے ہی فرد تھے۔ اب ان حالات میں کہ جب امت سیدنا عبدالملکؒ کی خلافت پر اکٹھی ہو چکی تھی سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ اقدام غلطی پر مبنی تھا۔ سیدنا حسینؓ اور سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ میں قدر مشترک یہ تھی کہ دونوں خلافت کے متمنی نہ تھے۔ ایک طرف سیدنا حسینؓ جو خود خلافت کے متمنی نہ تھے انہیں کوفہ کے ساٹھ سبائیوں نے بطورِ وفد کے حاضر ہو کر خلیفۃ المسلمین کے خلاف جھوٹے سچے بیانات دے کر خروج پر اکسایا اور ان بے وفا کوفیوں نے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) خطوط دیئے جنمیں سے سات ہزار (۷۰۰۰) خطوط اپنے خون سے لکھے گئے تھے۔ اور پھر کربلا کی زمین پر پہنچ کر جب ان مفسدوں کا راز سیدنا حسینؓ پر افشاں ہوا اور انہوں نے ان ساٹھ بے وفا کوفیوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو ان ظالموں نے سیدنا حسینؓ کو انکے اہلِ بیت سمیت نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ اور الزام خلیفہ وقت کے سر تھوپ دیا۔ دوسری طرف سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے گرد پھر انہی سبائیوں کا گروہ مکاری کے ساتھ اکٹھا ہوا اور سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو یہ یقین دلوایا کہ خلافت کے صحیح حقدار آپ ہی ہیں اور عبد الملک غدار ہے تو دوسری طرف یہی بات امیر المومنین عبدالملکؒ کو یہ بار آور کروایا کہ سب طرف سے لوگ اپکی خلافت پر جمع ہو چکے ہیں صرف عبداللہ بن زبیرؓ کا معاملہ صاف کر دو۔ چنانچہ حادثہ کربلا کے بعد دوسرا حادثہ ''حرہ'' کے نام سے مدینہ میں پیش آیا۔ جو کہ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے معاملہ کے لحاظ سے شہرت پا چکا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے پے درپے اموی گورنروں کو ناکام کر کے تبدیل کروایا۔ اور مدینہ منورہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ جسے اس وقت کے تمام قریشی اور اموی خانوادوں نے یکسر مسترد کر دیا۔ خود سیدنا محمدؒ بن علیؓ (ابنِ حنفیہ) و سیدنا علیؒ بن حسینؓ (زین العابدین)، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے سب عزیز، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور انکے اہلبیت اور آلِ جعفرؓ و آلِ علیؓ و آلِ ابی بکرؓ میں سے کوئی بھی سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ اس خروج میں شامل نہ تھا۔ اس سلسلہ میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وہ بیان قابلِ ذکر ہے

جوانہوں نے اپنے اہلِ بیت کو جمع کر کے دیا کہ

''اس امیر اور خلیفۃ المسلمین (امیر یزیدؒ) کی اطاعت فرض ہے اگر کسی نے امیر المومنین کی بیعت فسخ کی تو اسکے ساتھ میرا کوئی تعلق نہ ہوگا اور میرے اہلبیت سے خارج ہو جائے گا''

(بخاری کتاب الفتن جلد ۲ جزو ۹۲)

بہر حال امیر المومنین کی وفات کی اطلاع جب گورنر مدینہ صحابی رسول سیدنا حصین بن نمیرؓ کو ملی تو انہوں نے یہ حصار اٹھالیا۔ اور یوں واقعہ حرہ کا مسئلہ ختم ہوا اسکے بعد سیدنا مروان بن حکمؓ جب خلیفہ بنے تو سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے انکے مدِ مقابل اپنی خلافت کا علم بلند کیا۔ چونکہ سیدنا مروانؓ کا عہدِ خلافت صرف ایک سال کی تھی۔ اسلئے کچھ زیادہ تفصیلات ضروری نہیں کہ پیش کی جاتیں تاہم سیدنا عبدالملکؒ کا عہدِ خلافت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جب سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے علم خلافت بلند کیا اور پھر یہ طوفان انکی دردناک شہادت کے ساتھ ختم ہوا۔ امیر المومنین عبدالملکؒ اور سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان اختلاف، تصادم اور بقول مورخین جنگ خلافت کی ابتدا جمادی الاول ۷۲ ہجری میں ہوئی اور جمادی الاول ۷۳ ہجری میں سیدنا ابن زبیرؓ کی شہادت کے ساتھ اس اختلاف کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ اگر غور کیا جائے تو کل مدت اس اختلاف کی ایک سال تھی۔ ان ایک سال کے واقعات کو اگر ہم ''البدایہ والنہایہ'' کے مصنف حافظ ابن کثیر کی زبانی سنیں تو کچھ یوں ہوگا۔ یہ ۷۲ ہجری کی بات ہے جب امیر المومنین عبدالملکؒ نے امیر حجاجؒ کو سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ لکھا ہے۔

فبعثہ فی جیش کثیف من اھل شام و کتب معہ امانا لاھل مکہ ان ھم اطاعوہ

یعنی

''انہیں (امیر حجاج کو) اہل شام کا ایک لشکر دے کر روانہ کیا اور اہل مکہ کے لئے ایک امان نامہ بھی لکھ کر اسے دیا اگر وہ اطاعت کریں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۵)

پھر امیر حجاجؒ نے کوفہ کو اپنا مسکن بنایا اور شام میں فوجیوں کا ایک بڑا لشکر لے کر گے۔

فنزل الطائف و جعل یبعث البعوث الی عرفہ و یرسل ابن الزبیر الخیل فیلتقیان فیھزم فیل ابن الزبیر و یظفر فیل الحجاج۔ ایضاً

یعنی ''حجاج نے طائف میں قیام کیا اور عرفہ کی طرف اپنا لشکر بھیجا اور دوسری طرف ابن زبیرؓ نے اپنے سوار بھی مقابلے پر بھیجے۔ پھر ابن زبیرؓ کے سواروں کو شکست ہوئی اور امیر حجاج کا لشکر غالب تھا''۔ پھر محاصرہ کی ابتدا کچھ یوں ہوئی :۔

ثم کتب الحجاج الی عبدالملک بستاذنہ فی دخول الحرم و محاصرۃ ابن زبیر۔ ایضاً

یعنی ''پھر حجاجؒ نے عبدالملکؒ کو خط لکھا جس میں حرم میں داخل ہونے اور سیدنا ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرنے کی اجازت مانگی گئی''۔

مذکورہ حوالے سے پتہ چلتا امیر حجاجؒ نے حرمِ کعبہ میں داخل ہونے اور محاصرہ کرنے کی اجازت مانگی ہے مگر کہیں بھی منجنیق اور سنگباری کا تزکرہ موجود نہیں۔ اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ ذوالحجہ سے پہلے یہ جنگ بند ہو چکی تھی اور اب صرف محاصرہ کی اجازت طلب کی گی تاکہ کوئی بھی باہر نہ جا سکے۔ مزید براں حج کے ایام کے ضمن میں لکھا گیا۔

فلما دخل ذوالحجۃ دخل بالناس الحجاج فی ھذہ السنۃ و علیہ اصحابہ اسلام و ھم وقوف بعرفات و کن فیماھا من المشاعر و ابن الزبیر محصور لم یتمکن بن الحج ھذہ السنۃ بن نحر بلغا یوم النحر و لم یتمکن کثیر ممن معہ من الحج۔ ایضاً

یعنی

''جب ذوالحج کا مہینہ آیا تو امیر حجاج نے لوگوں کو بطور امیر کے حج کروایا اور جب امیر حجاج اور انکے ساتھیوں نے عرفہ میں قیام کیا تو مسلح رہے اور سیدنا ابن زبیرؓ محصور رہے اس سال حج نہ کر سکے مگر یوم النحر کو اونٹوں کی قربانی کی اور اسی طرح انکے ساتھ بہت سے ساتھیوں نے بھی حج نہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۵ تا ۳۲۶)

ان مذکورہ تمام حوالہ جات کی روشنی میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ خود امیر حجاج بن یوسفؒ اس سال

بھی 92 ھجری کو بطور امیر الحجاجؒ کے مکہ گئے اور لوگوں کو حج کروایا اور سیدنا ابن زبیرؓ ان دنوں محصور تھے۔
قارئین کو یہ مغالطہ نہ ہو جائے کہ حج فرض ہے اور امیر حجاجؒ نے سیدنا ابن زبیرؓ کو فرض ادا کرنے سے روکا۔
ایسی کوئی بات نہیں بلکہ فرض حج تو سیدنا ابن زبیرؓ سے پہلے ہی ادا ہو چکا تھا بلکہ آپ اور آپ کے ساتھی پہلے بھی
نفل حج اور عمرے ادا کر چکے تھے۔ اور اس کی حیثیت بھی نفلی حج ہی کی تھی۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی ظاہر ہے
کہ بہت ساتھیوں نے حج نہیں کیا یعنی بہت سے ایسے بھی تھے جنھوں نے حج کیا تھا۔ یہ خود اسی حوالہ کے الفاظ
سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ محاصرہ کافی دنوں تک جاری رہا یہاں تک کہ خود سیدنا ابن زبیرؓ کے بہت سے ساتھی انکا
ساتھ چھوڑ کر جانا شروع ہو گئے۔ حافظ ابن کثیرؒ اس ضمن مین لکھتے ہیں۔

وما زال اهل مكة يخرجون الى الحجاج بالامان ويتركون ابن الزبير حتى خرج اليه قريب من عشرة آلاف
فانهم اصحاب ابن الزبير جدا۔ حتى خرج الى الحجاج حمزة وخبيب ابنا عبدالله بن الزبير فاخذا لانفسهما امانا من الحجاج
فامنهما۔ ايضاً
یعنی

"اہل مکہ ایک کے بعد کر کے ابن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ کر امیر حجاجؒ کے پاس امان لے کر پہنچتے رہے۔
یہاں تک کہ تقریباً دس ہزار آدمی ابن زبیر کا ساتھ چھوڑ کر امان لے کر حجاج کے پاس چلے گئے۔ یہاں تک کہ
سیدنا ابن زبیر کے صاحبزادے حمزہ اور خبیب بھی حجاج کے پاس امان لے کر پہنچ گئے۔ اور حجاج نے انہیں امان
دی"

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۳۰)

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سیدنا ابن زبیرؓ کو مسجد الحرام میں محصور کر لیا گیا اور یہاں تک بیان کیا گیا
ہے کہ وہ مسجد سے باہر تک نہ نکل سکتے تھے۔ حالات اس قدر خراب تھے کہ سیدنا ابن زبیر کے ساتھی تو کیا انکے
اپنے دو بیٹے حمزہ اور خبیب بھی انکا ساتھ چھوڑ کر جا چکے تھے۔ اور دوسری طرف یہ روایات کہ "حضرت ابن
زبیرؓ جس دروازے کے محافظوں سے مقابلے میں بھی نکلتے تھے؟ ان کے مجمع کو منتشر کر دیتے تھے اور انہیں
بھگا دیتے تھے حالانکہ انہوں نے زرہ بھی نہیں پہنی تھی اور وہ محصور تھے" اناء للہ وان الیہ راجعون

اس قسم کی مکذوبہ روایات کہ داستانِ طلسم ہو شربا بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہو دروازے پر بقول راوی پانچ
پانچ سو محافظ کھڑے ہیں اور وہ بھی سوار پھر ایک نہتے آدمی سے ڈر کر تمام کے تمام بھاگ جاتے ہیں یہ روایت
تو کربلا کے حق و باطل کے معرکے اور خیبر کے دروازے کے اکھاڑنے اور پھر تنہا اٹھانے سے بھی زیادہ مضحکہ
خیز ہے۔

شہادت :-

سیدنا ابن زبیرؓ نے ۱۷ جمادی الاول ۷۳ ھجری کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ
تمام رات نفلوں میں گذاری۔ صبح نماز فجر لمبی قرات کے ساتھ ادا کی۔ اور پھر اپنے بقیہ لشکر والوں کی
صفیں درست فرمائیں۔ اس موقع پر سر مبارک پر اینٹ لگنے اور سر کھل جانے اور پھر رجز پڑھ کر گر جانے پھر
شامی فوج کا سر مبارک ذبح کرنا۔ سولی دینا اور دمشق بھیجنا سب جھوٹ اور بقول علامہ شبلی نعمانیؒ بازاری قصے
ہیں۔ اس میں نہ منجنیقوں کا استعمال ہے۔ نہ مدینہ اور مکہ میں نجارت گری کا۔ نہ لوٹ مار کا اور نہ ہی غلافِ کعبہ
جلانے کا۔

ایک غلط روایت کا ازالہ:-

بعض ناعاقبت اندیشوں نے غلاف کعبہ جلانے کا الزام بھی حجاج مرحوم کے ذمہ لگایا ہے۔ حالانکہ
اصل واقعہ یہ ہے کہ محاصرہ کے دوران چونکہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر کسی بھی شخص کا جانا ممنوع تھا۔ لہذا
کسی ضرورت کے تحت خود سیدنا ابن زبیر کے ساتھیوں میں سے آگ جلائی ہوا تیز تھی چنگاری اڑ کر غلافِ کعبہ
کو لگی اور اسکا کچھ حصہ جل گیا۔ اب اس میں امیر حجاجؒ یا امیر المومنین عبدالملکؒ کا کیا قصور ہے۔ مگر وائے
حسرت کہ یہ الزام بھی امیر حجاجؒ کے سر تھوپ دیا گیا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت عبدالملکؒ خلیفہ بنے اور امیر حجاجؒ گورنر بنے اُس وقت خلافتِ اسلامیہ اور
بلادِ اسلامیہ خاک اور خون میں تڑپ رہے ہیں۔ فتنے بغاوتیں اور سازشیں بارش کے قطروں کی طرح برس

رہے تھے۔ جمل اور صفین اور کربلا جیسے اندوہناک حادثات گزر چکے تھے۔ پھر خارجیوں کا فتنہ، عبدالرحمٰن ابن الاشعث کا فتنہ اور بصرہ و کوفہ کی سازشیں کیا کم تھیں کہ سیدنا عبدابن زبیرؓ اور امیر المومنین کے درمیان جنگ ہوئی۔ اس وقت ملک کی حالت اور خلافت اسلامیہ کو بچانے کیلئے حجاج نے بطور خلافتِ اسلامیہ کے ایک گورنر جو کیا۔ کیا وہ غلط تھا یا درست؟ اس سوال کا جواب تاریخ پڑھنے والوں کے ذمہ ہے۔ اور اگر اس جگہ خلفاء راشدین میں سے سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ یا سیدنا امیر معاویہؓ ہوتے تو کیا کرتے؟

فتوحات:-

امیر المومنین عبدالملکؒ بن مروانؒ کی وفات کے بعد امیر المومنین ولیدؒ بن عبدالملکؒ کا سنہری دور شروع ہوتا ہے۔ جو کہ فتوحات کے اعتبار سے تاریخ اسلامی کا روشن دور ہے اس میں اسلام تین براعظموں تک پھیل گیا۔ عرب، شام، عراق، مصر سے آگے بڑھ کر اسلامی سرحدیں اگر ایک طرف افریقہ تک پہنچیں تو دوسری طرف سمرقند اور بخارا تک جا لگیں۔ سندھ تک اسلامی لشکر آ پہنچا۔ سپین اور خاقانِ چین مسلمانوں کے قدموں تلے سر جھکانے کیلئے آ گئے۔ ان تمام واقعات کا ذکر کرنا طوالت کے خالی نہیں ہم صرف انہی واقعات کا ذکر کریں گے جو امیر حجاجؒ سے منسلک ہیں۔ امیر حجاجؒ نے اسلام کو چار بڑے نامور جرنیل دیئے جنہوں نے بہادری اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے جسکے آگے دنیا کے بڑے سے بڑے سورما ہیچ ہیں۔ وہ نہ تو چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کی طرح سفاک اور ظالم تھے اور نہ ہی رستم اور سہراب کی طرح مغرور۔ نہ ہی نادر شاہ کی طرح لٹیرے اور نہ ہی معزالدولہ اور ابنِ علقمی کی طرح غدار۔ وہ چار بہادر اور نامور سپہ سالار یہ ہیں۔

۱- محمد بن قاسمؒ   ۲- موسیٰ بن نصیرؒ

۳- قتیبہ بن مسلمؒ   ۴- طارق بن زیادؒ

اب تاریخ کی مستند کتابوں سے ان فتوحات کا حال درج ذیل ہے جو امیر حجاج مرحوم کی مساعی جلیلہ سے پیش آئیں۔

۱- سندھ کی فتوحات:-

سندھ برصغیر میں "باب اسلام" کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یعنی یہی وہ خوش قسمت راستہ ہے جسکے ذریعے یہاں کے رہنے والے باشندوں کی قسمت بدل گئی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آخرت بن گئی تو بے جا نہ ہوگا۔ یہاں ہم مشہور اور قدیم کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں سندھ کی فتح کے حال میں مشہور عباسی مورخ علامہ احمد بن یحیٰی بن جابر الشہیر البلاذریؒ المتوفی ۲۷۹ھ رقمطراز ہیں۔

"جب حجاج بن یوسف عراق کا والی ہوا تو جزیرہ یاقوت (مالدیپ) کے راجہ نے اس غرض سے کہ والئی عراق کی جناب میں تقرب حاصل کرے۔ اپنے ملک کی عورتوں کو ایک کشتی میں سوار کر کے عراق روانہ کیا۔ یہ عورتیں اس کے ملک میں پیدا ہوئیں تھیں اور ان عربوں کی اولاد تھیں جو اسکے ملک میں تجارت کرتے تھے اور فوت ہو گئے تھے۔ دیبل کے قریب میدون کی ایک جماعت نے کشتی پر چھاپا مارا۔ یہ لوگ بوراج (یعنی چھوٹی کشتیوں) پر سوار تھے۔ عورتوں کو پکڑ لیا اور کشتیوں میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ ان عورتوں میں سے ایک پر یوعیہ نے حجاج کی دہائی دی یہ خبر حجاج کو پہنچی تو سنتے ہی کہا۔ یالبیک اور سندھ کے راجہ داہر کو لکھ بھیجا کہ ان عورتوں کی دستگاری کی سبیل کرے۔ راجہ داہر نے جواب دیا کہ انکو قزاقوں نے پکڑا ہے جو میری دسترس سے باہر ہیں۔ حجاج نے عبداللہ نبہان کی سرداری میں لشکر بھیجا۔ عبداللہ نے حملہ کیا کام آئے اور مہم ناکام رہی۔ پھر بدیل بن طفنۃ البجلی کو حکم دیا کہ دیبل پر حملہ کرے وہ اس وقت عمان میں تھے حکم پاتے ہی روانہ ہوئے عین معرکے میں گھوڑا اکھڑا اور دشمن کی صفوں میں لے گھسا۔ بدیل شہید ہوئے اور مہم ناکام رہی۔ بدیل کے بعد حجاج نے بزمانہ ولید بن عبدالملک محمد بن قاسم بن محمد بن الحکم بن ابی عقیل کو اس مہم کا والی کیا۔

(فتوح البلدان صفحہ ۶۱۸ مترجم حصہ دوئم)

اس قصے سے صاف پتہ چلتا ہے مسلمان خواتین اور مظلوم لوگوں کی امید حجاجؒ کی نظر میں کیا وقت تھی کہ چند خواتین کی عزت و ناموس اور جان و مال بچانے کے لئے دو عدد مشہور سپہ سالار بھیجے اور جب وہ شہید ہو گئے۔ تو خود اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسمؒ کو بھی موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ ایک طرف ملک و قوم کیلئے اس قدر

حساس دوسری طرف وہ روایتیں کہ حجاج مرحوم کا نام ایک گالی بن کر رہ گیا۔ اناء للہ وان الیہ راجعون اور پھر
اس لشکر کے مجاہدین کا اتنا انتظام کیا کہ سوئی دھاگہ تک دے کر بھیجا۔ علامہ بلاذریؒ مزید لکھتے ہیں کہ

"محمد بن قاسم کے زیر علم جنگ کرنے کے لئے چھ ہزار مردان کار شامی لشکر سے اور بکثرت
دوسرے لشکروں سے انتخاب کئے۔ اس اہتمام سے لشکر کا سروسامان کیا کہ اہل لشکر کو جن چیزوں کی ضرورت
ہو سکتی تھی۔ سب مہیا کیں۔ سوئی دھاگہ بھی ان کی نظر سے نہ چھوٹا۔ دھنکی ہوئی روئی سرکہ میں بھگو کے سایہ
میں خشک کی۔ لشکر والوں سے کہا۔ سندھ میں تمہیں سرکہ نہیں ملے گا۔ اس کو پانی میں بھگو کے جوش دینا اور
چھان کر استعمال کرنا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ترکیب اس وقت کی جب محمد بن قاسم نے سرکہ نہ ملنے کی شکایت
لکھی۔

(فتوح البلدان صفحہ ۶۱۹ مترجم حصہ دوئم)

اِتنا اہتمام کرنے کے بعد امیر حجاج مرحومؒ نے لشکر اسلام کو روانہ کیا۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ محمد بن قاسم
" جہاں سے گذرتے وہ علاقہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوتا جاتا۔ اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ محمد ہر بات کی اطلاع حجاج کو
دیتے کہ ان کی رائے کے مطابق عمل کریں۔ محمد بن قاسم کے خط امیر حجاج کے پاس اتے اور امیر حجاج کے خط
محمد بن قاسم کے پاس اتے تھے۔ اسی بات کو قدرے تفصیل سے "تاریخ اسلام" کے مشہور مصنف اکبر شاہ خان
نجیب آبادی اپنی مشہور اور مستند ترین کتاب "آئینہ حقیقت نما" میں لکھتے ہیں۔

"محمد بن قاسم کی بہادری، دانائی اور سلامت روی جس طرح مسلم اور مشہور آفاق ہے اسی طرح
اسکی یہ صفتِ خاص بھی مشہورِ عوام ہے کہ وہ اپنے محسن و مربی حجاج بن یوسف ثقفی کے کسی حکم، کسی مشورے
اور کسی ہدایت کی رتی برابر بھی مخالفت نہیں کرتا تھا۔ اور اس نے اس معاملہ میں حیرت انگیز طور پر احتیاط سے
کام لیا تھا۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان ہدایات اور نصائح پر نظر ڈالنی چاہیے جو حجاج نے محمد بن قاسمؒ
کے پاس فتح دیبل کی خوش خبری سن کر جوابا لکھ کر سندھ میں بھیجیں۔ حجاجؒ نے محمد بن قاسمؒ کو لکھا کہ

"جب تمام ملک پر قابض ہو جاو تو قلعوں کی استواری اور لشکر کی رفع احتیاج کے بعد تمام اموال و
خزائن کو بہبود رعایا اور رفاہِ خلق میں خرچ کرو اور یاد رکھو کہ کاشت کاروں، کاری گروں، سوداگروں اور پیشہ
وروں کی خوش حالی اور فارغ البالی سے ملک آباد و سرسبز ہوتا ہے۔ رعایا کے ساتھ ہمیشہ رعایت کرو تاکہ وہ
تمہاری طرف محبت کے ساتھ راغب ہو۔

(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۲۹ جلد ۱ حصہ اول)

اوپر ان الفاظ کو غور سے پڑھنے کا مقام ہے کہ ان سطروں میں رعایا کے ساتھ کس قدر حسنِ سلوک کا حکم دیا
جاتا ہے۔ اگر یہی الفاظ خلفاء راشدین میں سے کسی کے ہوتے یا پھر آج کے دور کے موجودہ گروہی جماعتوں
کے سربراہوں کے ہوتے تو ہم لوگ بڑی خوش اسلوبی سے اور فراغ دلی سے قبول کرتے مگر حجاج مرحوم کے
ساتھ قافیہ "سفاک" کا لگا کر ہم نے خود سفاکی کا ثبوت دیا ہے پھر جب محمد بن قاسمؒ نیرون میں مقیم تھے تو امیر
حجاجؒ کا دوسرا خط پہنچا کہ

"اہل نیرون کیساتھ نہایت نرمی اور دل دہی کا سلوک کرو انکی بہبودی کے لئے کوشش کرو۔
لڑنے والوں میں سے جو تم سے امان طلب کرے اس کو ضرور امان دو۔ کسی مقام کے اکابر سردار اگر تم سے ملنے
کے لئے آئیں تو ان کو قیمتی خلعت اور انعام و کرام سے سرفراز کرو۔ عقل و دانائی کو اپنا رہبر بناؤ۔ جو وعدہ کرو
اسے پورا کرو اس کو ضرور پورا کرو۔ تمہارے قول و فعل پر سندھ والوں کا پورا پورا اعتماد و اطمینان ہو۔"

پھر جب سیوستان کو محمد بن قاسمؒ نے فتح کیا اور اسلام کا جھنڈا لہرا کر امیر حجاجؒ کو فتح کی خبر بھیجی تو خط میں جواب
آیا۔

"جو کوئی تم سے جاگیر و ریاست طلب کرے تم اس کو ناامید نہ کرو۔ التجاؤں کو قبول کرو امان و عفو سے رعایا کو
مطمئن کرو سلطنت کے چار ارکان ہیں۔ اول مدار اور درگزر محبت، دوم سخاوت و انعام، سوم دشمنوں کی مزاج
شناسی اور ان کی مخالفت میں عقل کو ہاتھ سے نہ جانے دینا، چہارم قوت و شیامت۔ تم راجاؤں سے جو عہد کرو
اس پر قائم رہو۔ جب وہ مال گزاری دینے کا اقرار کرلیں تو ہر طرح ان کی اعانت و امداد کرو۔ جب کسی کو سفیر

بنا کر بھیجو تو اسکی عقل وامانت کو جانچ لو اور جو شخص توحید الٰہی کا اقرار اور تمہاری اطاعت کرے اس کے تمام مال واسباب اور ننگ و ناموس کو برقرار رکھو لیکن جو اسلام قبول نہ کرے اُس کو صرف اس قدر مجبور کرو کہ تمہارا مطیع ہو جائے۔ جو شخص بغاوت اور سرکشی اختیار کرے اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاو۔ شریف اور رذیل میں امتیاز کرو۔ ایسا بھی نہ ہو کہ تمہاری صلح جوئی کو دشمن تمہاری کمزوری محسوس کریں۔"

(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۳۰-۱۲۹ جلد ا حصہ اول)

اوپر بیان شدہ تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر حجاجؒ سپہ سالار محمد بن قاسمؒ کو عوام اور مفتوحہ علاقہ کے راجاؤں کے ساتھ کس خوش اخلاقی سے پیش انے کا حکم دے رہے ہیں۔ یہی وہ جذبات اور پیش رفت منصوبے تھے جن پر عمل پیرا ہو کر محمد بن قاسمؒ ایک ایسے مسیحا کی شکل میں ابھرے کہ سندھ کے لوگوں نے اُنکے مجسمے بنا کر پوجنا شروع کر دیئے۔ اگر ایک طرف اس محبت اور شفقت سے پیش انے کی ہدایت کی جارہی ہے تو دوسری طرف ہر وقت لشکر اسلام کو کفر اور دشمن کے خلاف متحرک رہنے کی بھی ہدایت دی جارہی ہے۔ پھر راجہ داہر کے ساتھ جنگ کے حال میں علامہ بلاذریؒ رقمطراز ہیں۔

"ادھر محمد بن قاسمؒ نے دربار عبور کرنے کا موقع ڈھونڈ نکالا قصہ (کچھ) کے راجہ داسل کی عمل داری سے متصل (مشرقی کنارے پر) کشتیوں کا پل باندھ کے داہر کی عمل داری میں داخل ہو گئے۔ داہر کے نزدیک اس مقام کی کچھ اہمیت نہ تھی۔ وہ اس طرف سے غافل تھا۔ محمد بن قاسمؒ جب اسکے عمل میں داخل ہو گے۔ تو اسے خبر ہوئی ٹھاکروں کو لے کر جنگ کرنے نکلا۔ دلیر اور تمام ٹھاکر ہاتھیوں پر سوار تھے۔ ٹھاکروں نے اس کے گرد حلقہ سا بنا لیا تھا۔ ایسے معرکے کا رن پڑا کہ سننے میں نہیں آیا (کہ ایسا زبردست معرکہ کہیں ہوا ہو)۔ اپنی فوج کو دبتا دیکھ کر داہر ہاتھی سے اترا اور پیادہ ہو کر لڑا مگر شام ہوتے قتل ہو گیا۔ مشرک بھاگ نکلے، مسلمانوں نے جس طرح چاہا ان کو قتل کیا۔۔۔۔۔۔داہر کے قتل کے بعد محمد بن قاسمؒ سندھ پر غالب ہو گئے۔

(فتوح البلدان صفحہ ۶۲۲-۶۲۱ حصہ دوئم مترجم)

اس مقام پر جب محمد بن قاسمؒ نے دریا کو عبور کر لیا تھا اور راجہ داہر کی فوجوں سے مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی امیر حجاج بن یوسفؒ کا خط محمد بن قاسمؒ کو پہنچا لکھا ہے کہ

"پنج وقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ ہو۔ تکبیر و قرات، قیام و قعود اور رکوع و سجود میں خدائے تعالیٰ کے روبرو تضرع و زاری کیا کرو۔ زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی جاری رکھو کسی شخص کو شوکت و قوت خداے تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اگر تم خداے تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو تو یقیناً مظفر و مقصود ہو گے"۔

(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۳۰ جلد ا)

اوپر تحریر شدہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر حجاجؒ کس قدر شرعی احکامات کو لازمی سمجھتے تھے کہ انکی بجاآوری جنگ جیسے خطرناک ایام میں بھی ضروری سمجھتے تھے۔ اس قدر ہدایات کہ پنج وقتہ نماز مقررہ وقت پر۔ پھر تکبیر و قرات اور قیام و قیود پھر رکوع و سجود پھر ذکر و اذکار پھر انکساری اور توحید پرستی۔ ان تمام پر عمل کے بعد کہا جا رہا ہے کہ اگر ان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ فتح و نصرت عطا فرمائیں گے یہ وہی فتح و نصرت ہے جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی اگر ایک مجاہد میں وہ تمام صفات موجود ہوں جو اوپر درج شدہ الفاظ ظاہر کر رہے ہیں تو پھر رحمتِ خداوندی کس طرح نازل ہوتی ہے اس کا عملی ثبوت دنیا دیکھ چکی ہے۔ راجہ داہر جو کہ ٹھاکروں اور قذاقوں پر یقین کر کے بیٹھا تھا کہ کوئی حملہ نہیں کرے گا۔ سمندر پر قذاق غالب ہیں اور میرے اردگرد ٹھاکر موجود ہیں۔ جب اسلامی لشکر آیا تو یہ سب اسباب دھرے کے دھرے رہ گئے، ظلم کے تمام پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اڑ گئے اور کفر کے محل خش و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ اور راجہ داہر کا مشرک اور ناپاک جسم زمین بوس ہو گیا اسکا تخت و تاج ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا اور توحید کا نور آفتاب ہدایت بن کر طلوع ہوا۔ جب راجہ داہر کے مارے جانے کا حال محمد بن قاسمؒ نے امیر حجاجؒ کو لکھا تو جواب میں امیر حجاجؒ نے فرمایا۔

" تمہارا اہتمام و انتظام اور ہر ایک کام شرع کے موافق ہے۔ مگر ہر خاص و عام کو امان دینے اور دوست و دشمن میں تمیز نہ کرنے سے ایسا نہ ہو کہ کام بگڑ جائے۔ جو لوگ بزرگ اور ذی وقعت ہوں ان کو

ضرور امان دو لیکن شریر اور بد معاشوں کو دیکھ بھال کر آزاد کیا کرو اپنے عہد و پیماں کا ہمیشہ لحاظ رکھو اور امن پسند رعایا کی اعانت کرو"۔

(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۳۰ حصہ اول)

امیر حجاج بن یوسفؒ کی اس نصیحت سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ انکی نظر سے وہ واقعات گزر چکے تھے جنکی بدولت خلافتِ اسلامیہ کو عظیم نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس لئے انہوں نے ہر کس و ناکس کو امان دینے سے پہلے سوچنے اور غور کرنے اور خاص کر شریر اور بد معاش لوگوں کو امان دینے اور انہیں آزاد کرنے کے بارے میں کافی غور وفکر کرنے کا کہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ فتنہ وفساد کی اصل جڑ ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کی مقتدر شخصیات کو شہید کروایا۔ انہی لوگوں نے اسلام کو فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ عبداللہ بن سبا، مالک اشتر، کنانہ بن بشیر، حکیم بن جبلہ، ابولولو فیروز، عبدالرحمن بن ملجم، شبیب ابن ربعی، مجار بن اَبجر، قیس بن اَشقت۔ یزید بن حارث یہ کچھ نام اسلام کے اولین زمانے میں سیاہ دھبے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جنمیں سے ہر ایک کے ساتھ ایک الگ ہی داستان منسلک ہے مگر ان میں ایک بات مشترک ہے اور وہ یہ کہ اگر ان تمام واقعات کو ملا کر دیکھا جائے اور غور کیا جائے تو یہ تمام منافق و مفسد ایک ہی گھرانے کے افراد بن کر سامنے آجاتے ہیں۔ اسکے بعد جب راجہ داہر قتل ہو گیا اور سندھ میں محمد بن قاسم نے اسلامی خلافت کا پرچم لہرا دیا تو پھر برہمن آباد کی طرف رخ کیا۔ اور تھوڑی مزاحمت کے بعد وہ بھی فتح کر لیا۔ اور جب برہمن آباد فتح کرنے کے بعد اسکی اطلاع اپنے محسن و مربی امیر حجاجؒ کو بھیجی تو جواباً امیر حجاجؒ نے خط لکھا کہ

"اے ابن عم محمد بن قاسم تم نے رعیت نوازی اور رفاہِ عامہ میں جو کوشش کی ہے وہ نہایت قابل تعریف ہے"

انہی خدمات کی وجہ سے محمد بن قاسمؒ کا نام آج تک زندہ ہے۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مسمار شدہ مندر بھی دوبارہ تعمیر کروائے اور برہمن آباد کی پرانی اور شکستہ اور بعض جنگ کی وجہ سے نقصان شدہ ہندوؤں کی عبادت گاہیں

بھی دوبارہ تعمیر کروائیں اور اس کے ساتھ ساتھ مساجد اور مدرسوں کا بھی قیام عمل میں لایا گیا۔ اسلام کی سادہ اور صاف ستھری تعلیم اور مسلم حملہ آوروں کے اس حسنِ سلوک کا یہ اثر ہوا کہ لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ صوفیاء کرام اور آئمہ اسلام کا داخلہ بھی شروع ہو گیا۔ ان دونوں برہموں کا ایک بڑا وفد اپنے مذہب کے بڑے پنڈت کی سربراہی میں محمد بن قاسمؒ کے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے مندروں کی تعمیر اور اصلاح کے بعد اب ان کا اہتمام بھی تمہارے ذمہ ہے۔ اس پر محمد بن قاسمؒ نے کہا کہ میری معلومات کی حد تک تو یہ پتہ چلا ہے کہ ان کا انتظام تو شہر اور سے متعلق ہے۔ اور وہ شہر ابھی فتح بھی نہیں ہوا تو برہموں نے کہا کہ ان مندروں کے مالک و مختار ہم خود ہیں جب ہم تیری رعایا بن چکے ہیں اور تو نے مذہبی آزادی کا اعلان کیا ہے۔ اور ہمارے مندروں کی تعمیر کی ہے۔ اب اگر ہمارے مندروں کو آباد نہ کروایا تو اسکی آمدنی کے نقصان کی تلافی تجھے خود ادا کرنا پڑے گی۔ اس اہم معاملہ کے متعلق محمد بن قاسمؒ نے خود کوئی فیصلہ نہ کیا بلکہ امیر حجاجؒ کو اس مشکل وقت میں مشورہ کے لئے لکھا تو امیر حجاجؒ نے جواب میں فرمایا۔

"تمہارے خط سے معلوم ہوا ہے کہ برہمن آباد کے ہندو اپنے مندروں کی عمارت درست کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ لہٰذا ان کو اپنے معبود کی عبادت میں آزادی حاصل ہونی چاہیے اور کسی قسم کا جبر کسی پر مناسب نہیں ہے۔"

(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۳۱ حصہ اول)

اسکے بعد برہمن آباد کے ہندوؤں کو انکے منشاء کے مطابق ہر قسم کی آزادی حاصل ہو گی اور محمد بن قاسمؒ لوہانہ کی جانب روانہ ہو گے۔ پھر وہاں پہنچ کر اعلان کیا کہ جو شخص ہتھیار رکھ دے اسے ہر قسم کی ا. ہے اسے باپ دادا کے مذہب سے بالکل بھی نہیں ہٹایا جائے گا اسکی جان، مال، عزت سب اسلامی خلافت کے ذمہ ہو گی۔ اسکی زمین جائیداد بدستور اسکی ملکیت میں رہے گی۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کے بیت المال کا تین فی صد حصہ برہموں کے لئے الگ سے خزانے میں جمع کیا جائے گا مندروں کی تعمیر او ضروری سامان مہیا کیا جائے گا۔ اور سب سے بڑے پنڈت کو 'رانا' کا خطاب دیا جو آج تک قائم ہے۔ اسکے علاوہ یہودیوں، عیسائیوں اور آتش پرستوں کی عبادت گاہوں کا بھی مکمل احترام کیا اور انہیں بھی دوسرے مذہبوں کی طرح آزادی فراہم کی یہ حسنِ سلوک

دیکھ کر لوگ خود بخود اسلام کی حقانیت ماننے لگے اور دن بدن اسلامی برادری میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ان تمام حالات کی خبر جب محمد بن قاسمؒ نے امیر حجاجؒ کو بھیجی تو جواباً خط میں لکھا کہ

"میں تمہارے ملکی کام سے بڑا خوش ہوا ہوں۔ تم ایسے کام کرو کہ رعایا تم سے خوش ہو تمہارا ہر ایک کام میں مجھ سے اصلاح پوچھنا تمہارے حزم و احتیاط کی دلیل ہے۔ مگر فاصلہ اس قدر دراز ہے کہ خط کا جواب پہنچنے میں دیر ہوتی ہے۔ اور اس سے کاموں میں التواء ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اب بطور خود رعیت نوازی اور عدل گستری کے طریقوں پر آزادانہ عمل درآمد کرو"۔

(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۳۲ حصہ اول)

اس تمام روداد کے بعد محمد بن قاسمؒ لشکر اسلام کو لے کر مزید آگے بڑھے وہ جہاں جاتے لوگ خود بخود تسلیم ہو جاتے۔ سپہ سالار اسلام اور لشکر اسلام کا حسنِ سلوک انہیں سر جھکانے کی بجائے گلے سے لگانے پر مجبور کر دیتا تھا۔ خود ہندوؤں کی مستند تاریخیں اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ ہندوستان میں جتنے بھی مسلم حملہ آور آئے ان سب کو مظلوم ہندوؤں نے خط لکھ لکھ کر بلایا تھا کہ انکے راجے مہاراجہ کس طرح ظلم و ستم کی اندھیر نگری قائم کیے ہوئے تھے۔ اور کس قدر غنڈہ ٹیکسوں کی بھرمار تھی جس طرح آج کل کے دور میں ہے۔ محمد بن قاسمؒ نے دوسرے کاموں کی طرح یہ تمام کیفیت بھی گورنرِ عراق امیر حجاجؒ کو لکھ کر بھیجی تو جواب آیا کہ

"جو لوگ اہلِ حرب ہیں ان کو قتل کرو۔ جو مطیع ہوں ان کو امان دو۔ صناع و تاجر پر کوئی محصول یا ٹیکس عائد نہ کرو۔ جو شخص زراعت میں زیادہ توجہ اور جاں فشانی سے کام کرے اسکی مدد کرو۔ اور اس کو تقاوی دو۔ جو لوگ اسلام سے مشرف ہوں ان سے زمین کی پیداوار کا عشر یعنی دسواں حصہ (شریعت کے حکم کے مطابق) وصول کرو جو لوگ اپنے مذہب پر قائم ہیں (یعنی ابھی تک غیر مسلم ہیں۔ ع)۔ ان سے وہی مال گذاری وصول کرو جو اپنے راجاؤں کو دیا کرتے تھے"۔

(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۳۳ حصہ اول)

یہی وہ راست باز اقدام تھے جنکی وجہ سے سندھ کے عوام نے امیر حجاج بن یوسفؒ اور محمد بن قاسمؒ کو اپنا محسن و مربی بنا لیا اور انکی وفات پر سوگ اور ماتم کا سماں ہو گیا۔ انکی مورتیاں بنائی گئیں اور انکی عبادت شروع ہو گئی۔ ایفائے عہد۔ مندروں کیلئے جاگیریں۔ ہندوؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا قیام۔ برہموں کا عہدوں پر تقرر اور محصولات میں کمی یہی وہ راست باز اقدام ہیں جنکی وجہ سے محمد بن قاسمؒ عوام کے ہر دل عزیز بن گئے مگر خود محمد بن قاسمؒ نے یہ اقدامات کس کے کہنے پر کیے تاریخ کے اوراق میں یہ سب کچھ محفوظ ہے۔ مگر خود ہمارے لوگ انہیں بھول گئے اور اس عظیم انسان کو شیطان بنا کر پیش کیا گیا اسے ہلاکو خاں اور چنگیز خاں سے تشبیہ دی جانے لگی۔ "سفاک" کا تمغہ اسکے سینے پر لگا دیا گیا اور ایک بڑے مفتی الاعظم نے اسے "ظالم الامت" تک لکھ دیا۔ یہ سب غیر مسلموں کی نہیں بلکہ مسلمانوں کی ہی مہربانیاں ہیں۔ کہ اپنے اسلاف کی توہین کرنے سے خود کو سکون ملتا ہے۔ بقول امام قاضی ابو بکر ابن العربیؒ کہ

"تعجب ہے اِس امت پر کہ یہ اپنے بہادروں کی بُرائی بیان کرتی ہے۔ اور اپنی تاریخ کے خوبصورت ترین دور کو بدترین دور بنا کر پیش کرتی ہے۔ اور اپنی بزرگیوں اور کارہائے نمایاں کو مٹاتی ہے۔ جیسا کہ ہم میں سے اشرار اور سازشی ذہن رکھنے والے لوگ کرتے ہیں۔ پھر ان اشرار کا پراپیگنڈہ اِس قدر وسیع ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کو بھی گمان ہو جاتا ہے کہ شائد یہ باتیں سچی ہی ہوں"۔

(العواصم من القواصم صفحہ ۱۷۷ تعلیقہ اردو ترجمہ)

امام قاضی ابو بکر ابن العربیؒ کے انہی درد بھرے مگر حقیقت آمیز کلمات کے ساتھ سندھ کی فتوحات کے باب کو ختم کرتا ہوں۔ لکھنے کو تو اس ضمن میں اور بھی بہت کچھ ہے مگر باعثِ طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد دوسرے مسلمان فاتحین کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے جو امیر حجاجؒ کے مرہونِ منت سرانجام پایا۔

۲) خراسان کی فتح:-

محمد بن قاسمؒ کے بعد دوسرا قابل فخر سپہ سالار اور جرنیل قتیبہ بن مسلمؒ ہے
یہ جانباز اور بے مثال مجاہد بھی امیر حجاجؒ ہی کی بدولت انمول ہیرا بن کر ابھرا جب امیر حجاج بن یوسف عراق

اور خراسان کے والی ہوئے تو خراسان پر مہلب بن ابی صفرہ کو مقرر کیا۔ مہلب نے بکثرت حملے کئے اور قتل اور مجندہ کو فتح کیا سغدیوں نے اطاعت اختیار کر لی پھر مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو قائم مقام بنایا۔ امیر حجاجؒ نے باپ کے بعد بیٹے کو اس ذمہ داری کے قبول کرنے پر اپنی طرف سے رضامندی کا سرٹیفکیٹ جاری کیا۔ پھر یزید نے فارزم پر حملہ کیا اور فتح کیا بعد میں بعض وجوہات کی بنیاد پر امیر حجاجؒ نے یزید کو برطرف کر کے اسکے بھائی مفضل کو والی کیا۔ مفضل نے بادغیس کو دوبارہ فتح کیا۔ پھر شومان اور آخرون فتح کئے۔ مفضل کے بعد امیر حجاجؒ نے قتیبہ بن مسلم الباہلیؒ کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ قتیبہ بن مسلمؒ کو پہلے بھی کئی مواقع پر آزمایا جا چکا تھا انہوں نے بہادری کے جوہر دیکھا کر امیر حجاجؒ کی انکھوں میں مقام حاصل کر لیا تھا۔ مگر پھر بھی امیر حجاجؒ یہ چاہتے تھے کہ خراسان اور اسکے ارد گرد کے علاقوں پر کسی ایسے آدمی کو بھیجا جائے جو پہلے گزرے ہوئے والیوں کی کمی پوری کر دے کیونکہ یہ علاقہ بغاوتوں اور سرکشوں کا دوسرا کوفہ تھا۔ لہذا قتیبہ بن مسلمؒ کو موقع دیا گیا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ پھر قتیبہ بن مسلمؒ نے نہ صرف انتظامی امور صحیح کیے بلکہ مزید فتوحات کر کے خلافت اسلامیہ کا پرچم نئی سرحدوں تک پہنچایا۔ علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں کہ

"امیر حجاجؒ نے مفضل کے بعد قتیبہ بن مسلم کو والی مقرر کیا وہ یہاں سے آخرون کے ارادے سے نکلا۔ طالقان میں تھا کہ بلخ کا حاکم اس کے پاس آیا اور ساتھ ہو گیا۔ دونوں نے نہر عبور کی اثناتِ عبور میں صغانیان کا بادشاہ سونے کی کنجی اور ہدیے لے کر پہنچا فرمانبرداری کا اقرار کیا اور اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی یہ اس نے اسلئے کیا کہ اخرون و شومان کے بادشاہ نے اس کو تنگ کر رکھا تھا۔ اور اس پر تافت کی تھی۔ صغانیان کے بادشاہ کی طرح کفیان کا بادشاہ بھی ہدیے اور کنجی لایا۔ اطاعت کی اور اپنے علاقے سپرد کر دیئے۔ قتیبہ نے ماوراء النہر پر اپنے بھائی صالح کو قائم مقام کیا اور مرد کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر چند سطروں میں لکھا ہے کہ

قتیبہ نے ۸۷ھ ہجری میں بیکند پر حملہ کیا نیزک (ترکمانوں کا بادشاہ) اسکے ساتھ تھا۔ بیکند جاتے وقت شہر زم کے پاس نہر عبور کی۔ یہ بخارا کے قریب ترین شہروں میں لبِ نہر ایک شہر تھا۔ یہاں والوں نے عذر کیا۔ سغدیوں سے مدد مانگی۔ قتیبہ نے ان سے جنگ کی اور ان کو محصور کر لیا وہ صلح چاہنے لگے قتیبہ نے ان کو بزور فتح کیا۔

(فتوح البلدان صفحہ ۵۹۹-۵۹۸ حصہ دوئم مترجم)

پھر اسکے بعد قتیبہ بن مسلمؒ نے امیر حجاجؒ کے حکم سے مزید علاقے فتح کیے اور نئے علاقوں کو اسلامی خلافت میں شامل کیا علامہ بلاذری لکھتے ہیں۔

"شاش کا پورا علاقہ فتح کر کے قتیبہ اسجاب تک پہنچ گیا۔.......... قتیبہ نے خارزم اور سمرقند بزور فتح کیا۔ یہاں والوں نے سعید بن عثمان سے صلح کی تھی اور صلح پر قائم تھے۔ مگر قتیبہ نے لشکر کشی کی اور ان کو فتح کیا۔ بیکند، کش، نسف اور شاش کے علاقے کیئے۔ فرغانہ پر حملہ کیا اور ایک حصہ فتح کیا۔ سفند داشرونہ پر تاختیں کیں"۔

(فتوح البلدان صفحہ ۲۰۱ حصہ دوئم مترجم)

یہ سب کچھ قتیبہ بن مسلمؒ نے صرف اللہ پر بھروسہ رکھ کر اور اپنے محسن و مربی کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کیا۔ اس دوران امیر حجاجؒ اور قتیبہ بن مسلمؒ کے درمیان خط و کتاب کا سلسلہ جاری رہا جس طرح سندھ کی فتح کے دوران محمد بن قاسمؒ اور امیر حجاجؒ کا سلسلہ خط و کتابت جاری رہا تھا۔ نمونے کے طور پر ایک حوالہ نذر قارئین کرتا ہوں کہ امیر حجاجؒ قتیبہ بن مسلمؒ سے کس قدر محبت رکھتے تھے اور کس قدر اسکے بارے میں محتاط تھے۔

"لوگ دیکھتے تھے کہ خاقان کا باپ عبداللہ بن الاھتم حجاج کو قتیبہ کے بارے میں چغلیاں لکھ لکھ کر بھیجتا اور خبریں دیا کرتا کہ اس نے اتنی دولت جمع کی ہے۔ عبداللہ مرو پر قتیبہ کا نائب تھا۔ قتیبہ جب کسی مہم پر جاتا اسی کو مرو میں اپنا نائب بنا کر جاتا تھا۔ بخارا اور اس کے متصل علاقوں پر جب اس نے لشکر کشی کی تو عبداللہ کو مرو پر قائم مقام کیا تو بنی الایتم میں سے بشیر نام کا ایک شخص آیا اور اس نے قتیبہ سے کہا کہ تو عبداللہ پر اس قدر اعتماد کرتا ہے ایک دن آئے گا کہ وہ تجھ کو دھوکا دے گا۔ تو اس پر قتیبہ نے کہا کہ تو اسکے خلاف کچھ نہ کہہ اسکے بعد قتیبہ مہم پر روانہ ہو گیا۔ پیچھے عبداللہ نے قتیبہ کی نسبت حجاج کو بہت کچھ لکھا۔ حجاج نے اس کا خط اپنے خط کے ساتھ لپیٹ کر قتیبہ کو (تحقیق کرنے کے واسطے) بھیج دیا۔ قاصد عبداللہ کے پاس نہ آیا اور مرو کی ڈاک چوس ٹھہرتا آگے بڑھ گیا۔ عبداللہ سمجھ گیا کہ اب خیریت نہیں بھاگ گیا اور روپوش ہو گیا۔

آخر کار جب ولیدؒ بن عبدالملکؒ کے بعد سلیمانؒ بن عبدالملکؒ خلیفہ بنا تو پھر باہر آیا۔ حجاج کا خط جب قتیبہ کو ملا تو عبداللہ اسکی گرفت سے نکل چکا تھا۔ اس وقت بشیر نامی وہ شخص پھر ملا اور کہا کہ یاد کر میری بات جو میں نے تجھ سے کہی تھی"۔

(فتوح البلدان صفحہ ۶۰۵-۶۰۴ حصہ دوئم مترجم)

اس سے صاف ظاہر ہو تا رہا ہے کہ امیر حجاجؒ اپنے مقرر کردہ والیوں کے معاملے میں کس قدر حساس تھے کہ انکے بارے میں ہر بات کی بڑی گہرائی سے تصدیق کروایا کرتے تھے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر حجاجؒ مرحوم خود کسی کو سزا دینے کی بجائے مظلوم کو حق دیتے تھے کہ وہ فیصلہ کرے۔

٣) بیکند کی فتح :-

۷۰۵ء خراسان کو فتح کرنے کے بعد قتیبہ بن مسلمؒ نے امیر حجاج بن یوسفؒ کے حکم کے مطابق بیکند کا رخ کیا۔ ۷۰۶ء میں بخارا کے اس اہم شہر پر لشکر کشی کی مہم کے دوران بخاری اور سغدی قبائل نے کچھ مزاحمت کرنے کی کوشش کی مگر اسلامی لشکر کے سامنے اسے ہتھیار ڈالنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ملا، ناکامی ہوئی اور بالآخر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے یلغار جاری رکھی یہاں تک کہ اہلِ بیکند نے گھبرا کر صلح کر لی۔ قتیبہ بن مسلمؒ واپس لوٹنے کا ارادہ ہی رکھتے تھے کہ اہلِ بیکند نے بغاوت کر دی لہٰذا مجبوراً قتیبہ کو انکی بیخ کنی کرنا پڑی اور دوبارہ لشکر کشی کر کے بیکند کو فتح کیا اور باغی افراد کو سزا دی۔

٥) بخارا کی فتح :-

بیکند کی فتح کے دوسرے سال یعنی ۷۰۸ء اور ۸۹ھ میں قتیبہ بن مسلمؒ نے امیر حجاجؒ کے حکم پر بخارا پر لشکر کشی کی۔ علامہ بلاذری کے قول کے مطابق فرمانروائے بخارا اور وردان خدا نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی تھی اسلئے جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جبکہ ابنِ اثیر کا بیان مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ دونوں کا مقابلہ ہوا مگر قتیبہ کو شکست ہوئی۔ چنانچہ شکست کے بعد قتیبہ نے اس واقعہ کی اطلاع امیر حجاجؒ کو دی۔ اس پر امیر حجاجؒ نے بخارا کا نقشہ منگوایا اور اسے دیکھ کر غور کرنے کے بعد مختلف ہدایات دے کر دوبارہ جنگ کرنے

کی ہدایت دی۔ اس بار یعنی ۹۰ھ میں قتیبہ نے دوبارہ لشکر کشی کی۔ ترک بڑی جانبازی سے لڑے اور مسلمانوں کی فوج کے ایک حصہ کو پسپا کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمان عورتوں نے للکارا اور گھوڑوں کو ہنٹر مار مار کر دوبارہ جنگ میں دھکیل دیا۔ اس بار مسلمانوں نے دوبارہ سنبھل کر اور پلٹ کر حملہ کیا یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ ترک قوم اور انکی حلیف جماعتیں یعنی سغدی اور بخاری قبائل سب پسپا ہو گئے۔ وردان خدا بھاگ نکلا اور مسلمانوں کا بخارا پر قبضہ ہو گیا۔ قتیبہ بن مسلمؒ نے اس تمام واقع کی تفصیل امیر حجاجؒ کو بھیجی کیونکہ یہ تمام فتح امیر حجاجؒ ہی کی ہدایتِ جنگ کے موافق حاصل ہوئی تھی۔

٦) سمرقند کی فتح :-

اہل سمرقند جو کہ سغد کے نام سے مشہور تھے انکے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات بہت پرانے تھے۔ مگر ترکستان کی لڑائیوں میں اہلِ سمرقند نے دوسرے قبائل کی دیکھا دیکھی سرکشی اختیار کی اور عہد شکنی کی۔ ترکستان کے ساتھ جب لڑائی شروع ہوئی تو اہل سمرقند نے ترکستان کے فرمانرواؤں کا ساتھ دیا۔ لہٰذا قتیبہ بن مسلمؒ نے خوارزم کی فتح کے بعد سمرقند پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ مولانا شاہ معین الدین ندویؒ لکھتے ہیں کہ

"قتیبہ نے مسلمانوں سے کہا" سغد نے جس طرح معاہدہ کو توڑا ہے وہ تم کو معلوم ہے۔ مجھ کو امید کہ خوارزم اور سغد کا حشر بنی قریظہ اور بنی نفیر (یہ دونوں یہودی قبیلے تھے جنہوں نے عہدِ رسالت میں عہد شکنی کی اور اسکے نتیجے میں وہ جلا وطن کیئے گئے تھے) کی طرح ہو گا" اسکے بعد اپنے بھائی صالح بن مسلمؒ کو ایک فوج کے ساتھ سمرقند روانہ کیا اور خود انکے پیچھے روانہ ہوا۔ اس مہم میں بیس ہزار اہل بخارا اور خوارزم بھی مسلمانوں کے ساتھ تھے"۔

(تاریخ اسلام جلد ۱ صفحہ ۴۳۸)

صالح اور قتیبہ دو تین دن کے وقفے کے بعد سمرقند پہنچے۔ سغد شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ قتیبہ نے محاصرہ کر لیا۔ سمرقندی ایک مہینہ تک مقابلہ کرتے رہے جب ایک ماہ تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو اہل سغد نے شاش اور فرغانہ وغیرہ کی ریاستوں کے فرمانرواؤں کو خطوط لکھے کہ آج اگر یہ عرب ہم پر قابض ہو گئے تو کل تمہاری باری ہے

لہذا ہماری مدد کو فوراً پہنچو۔ دوسری طرف جب قتیبہ بن مسلمؒ کو اس واقع کی اطلاع ملی تو انہوں نے صالح بن مسلمؒ کو چند سو منتخب بہادروں کا دستہ لے کر اس امدادی فوج کا راستہ روکنے کیلئے روانہ کیا۔ صالح نے بڑی ہوشیاری سے اس فوج کے دو حصے کئے اور راستے کے دونوں طرف انکو چھپا دیا جب رات کو امدادی فوج دونوں طرف سے یک لخت حملہ آور ہوئی۔ فریقین نہایت پامردی سے لڑے دونوں طرف سے بہت سے جوان اس جنگ میں کام آئے مگر دشمن کے تمام بہادر ایک ایک کر کے ختم ہوتے گئے۔ آخر کار انہیں شکستِ فاش ہوئی۔

دوسری طرف جب اس واقع کی اطلاع سمرقند تک پہنچی تو اہل سغد بہت پریشان ہوئے انکی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ قتیبہ بن مسلمؒ نے محاصرہ سخت کر دیا اور مسلمانوں کی فوج کو کہا کہ قلعہ کی دیواروں پر پتھر برساؤ۔ فوج نے جب پتھر برسائے تو قلعہ کی دیوار ٹوٹ گئی۔ قتیبہ نے فوج کو شہر کے اندر داخل ہونے کا حکم دیا۔ جب مسلمان اندر داخل ہونا شروع ہوئے تو اہل سغد نے پتھر اور تیر برسانے شروع کر دئے مگر جذبہ جہاد سے سرشار مسلمان اور اطاعت امیر کے ولولہ سے لبریز بہادروں پر انکے پتھروں اور تیروں کا کیا اثر ہوتا آخر کار آگے جو بڑھے تو روزن تک جا کر دم لیا۔ بس پھر کیا تھا اہل سغد کے پاس سوائے صلح کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ابنِ اثیر نے وہ شرائط بھی لکھیں ہیں جنکی بنا پر معاہدہ طے ہوا۔ وہ شرائط حسبِ ذیل ہیں۔

۱) اہل سمرقند ۱۲ لاکھ سالانہ خراج دیا کریں گے۔

۲) اس سال تئیس ہزار (۲۳۰۰۰) سوار دیں گے۔

۳) مسلمان شہر میں فاتحانہ داخل ہونگے اور انکے داخلے کے وقت مسلح آبادی شہر خالی کر دے گی۔

۴) مسلمان یہاں مسجد بنا کر نماز پڑھیں گے اور خطبہ دیں گے۔

ان شرائط کے تحت اہل سغد نے شہر خالی کر دیا۔ مسلمانوں نے شہر میں مسجد تعمیر کی اور نماز پڑھی اور خطبہ دیا۔ اور اعلان عام کیا کہ ہم صلح کی رقم کے علاوہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ جس کسی شخص کا مال بھی ہو وہ آکر لے جائے۔

(الکامل از : ابن اثیر صفحہ ۲۱۸، ۲۱۷ جلد ۴)

علامہ بلاذریؒ مزید لکھتے ہیں کہ

”یہ بھی کہا گیا ہے کہ سات لاکھ درہم اور تین دن کی ضیافت پر صلح گئی۔ مگر صلح میں مت خانے اور آتش کدے داخل نہ تھے۔ قتیبہ نے بت خانوں سے مورتیاں نکالیں۔ ان پر جو زیور تھے اتارے اور بتوں کو جلا دیا گیا۔ عجمیوں نے کہا۔ ان میں ایسے ایسے بت ہیں کہ جس نے ان کی بے حرمتی کی مٹ گیا۔ مگر جب قتیبہ نے اپنے ہاتھ سے ان کو جلایا اور اس کا بال بیکانہ ہوا تو اسی وقت ان میں سے بہت سے مسلمان ہو گئے“۔

(فتوح البلدان صفحہ ۶۰۰ حصہ دوئم)

۷) چین پر حملہ اور خاقانِ چین کا سر تسلیمِ خم ہونا:-

سمرقند کی مہم کے دوران خاقانِ چین کا رویہ نہایت مغرورانہ رہا اس نے مسلمانوں کے خلاف اہل سمرقند کا ساتھ صرف طاقت کے نشے میں دیا۔ لہذا اسکی سرکوبی کرنا لازمی تھا اسلئے امیر حجاجؒ نے قتیبہ بن مسلمؒ کو حکم دیا کہ چین پر لشکر کشی کی جائے۔ چنانچہ سمرقند کی مہم سے فارغ ہو کر قتیبہ چین کی مہم پر روانہ ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجاہدین کے اہل و عیال کو دمشق سے سمرقند منتقل کیا۔ اور فرغانہ سے کاشغر تک سڑک کو صحیح کروایا۔ ان تمام کاموں کے بعد ایک جری لشکر چین کو روانہ کیا۔ یہ لشکر کاشغر کو فتح کرتا ہوا چین کی وسیع و عریض سلطنت کے اندر تک جا پہنچا۔ خاقانِ چین مسلمانوں کی فتوحات کا حال سن چکا تھا۔ خراسان اور سمرقند کا حال اسکے سامنے تھا۔ لہذا دانشمندی کا فیصلہ کرتے ہوئے اس نے ایک وفد مسلمانوں لے پاس بھیجا جو معاملات کو طے کرنے کی غرض رکھتا تھا۔ ادھر سپہ سالار قتیبہ بن مسلمؒ نے ہبیرہ بن مشرح کو دس دانشمند اور مدبر مسلمان سفیروں کے ساتھ چین بھیجا۔ اور ہدایت کی کہ خاقانِ چین کو سپہ سالار کا حکم بغیر کسی تمہید اور ہچکچاہٹ کے سنایا جائے کہ ”میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو اپنے پاؤں تلے پامال نہ کروں گا اور تم سے جزیہ وصول نہ کروں گا اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا“

اس موضوع کو لے کر خاقانِ چین سے کئی بار یہ وفد گفتگو کیلئے حاضر ہوا اور آخر کار فیصلہ کن گفتگو کا

دن بھی آگیا۔ خاقانِ چین نے ہبیرہ سے کہا کہ "تم لوگ واپس چلے جاؤ اور اپنے سپہ سالار سے کہو میں تمہاری تعداد کا اندازہ لگا چکا ہوں اگر تم اپنے ارادے سے باز نہ آئے تو میرا لشکر تمہیں برباد کردے گا۔ یہ سن کر ہبیرہ نے ایک جراتمندانہ انداز میں گرج کر کہا کہ "تم ہم کو کم تعداد کس طرح کہہ سکتے ہو جبکہ ہماری تعداد کا حال تو یہ ہے کہ فوج کا ایک سرا دمشق میں ہے تو دوسرا سرا تمہارے گھر پہنچ چکا ہے۔ ہم لوگ موت سے نہیں ڈرتے۔ جہاد ہمارا راستہ ہے اور شہادت ہماری منزل۔ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ لڑکر جان دینا عزت کی موت ہے۔ اس لئے ہم قتل ہونے کو برا نہیں جانتے۔ اور نہ موت سے ڈرتے ہیں۔ ہمارے سپہ سالار قتیبہ بن مسلمؒ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ اپنے قدموں سے تمہاری زمین پامال نہ کردے گا اور تم کو جزیہ دینے پر مجبور نہ کردے گا چین سے نہیں بیٹھے گا۔

خاقانِ چین ایک سمجھدار انسان تھا۔ خراسان، ترکستان اور سمرقند و بخارا کا حال اسکے سامنے تھا۔ وہ مسلمان مجاہدین کی طاقت سے باخبر تھا۔ وہ تو صرف امتحان لینے کی خاطر یہ سب کچھ کہہ رہا تھا۔ ورنہ دل سے وہ بالکل سہم چکا تھا۔ چنانچہ اس نے ہبیرہ بن مشرح کی گفتگو کے بعد اطاعت قبول کرلی۔ اور جزیہ دینے پر راضی ہو گیا۔ اور بہت سے قیمتی تحائف قتیبہ بن مسلمؒ کو بھیجے۔ قتیبہ بن مسلمؒ نے ان تمام حالات کی تفصیل امیر حجاج بن یوسفؒ کو لکھ کر بھیجی۔

(تاریخ اسلام از۔ شاہ معین الدین ندویؒ صفحہ ۴۴۱ جلد ا)

موضوع روایات پر بحث:-

ا) امیر حجاجؒ کے بارے میں ایک روایت مشہور ہے کہ جب وہ عراق کے والی ہوئے تو انہیں بتایا گیا کہ عراق میں کچھ مستجاب الدوات لوگ ہیں اس لئے وہ ان پر ظلم سے پرہیز کرے۔ چنانچہ بیان یہ کیا جاتا ہے کہ امیر حجاجؒ نے ان کو بہانہ سے ایک دعوت پر بلایا اور یتیموں کا مالِ ناحق انہیں کھلایا اور پھر مشتہر کردیا کہ اب وہ جتنا بھی میرے حق میں بد دعائیں کریں وہ قبول نہ ہوں گی اس کی وجہ یہ ہے کہ مالِ حرام ان کے وجود کا حصہ بن چکا ہے۔

بحث: یہ قصہ بالکل من گھڑت اور بے ہودہ ہے اور کسی بھی کتاب میں کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے صرف امیر حجاجؒ کو بدنام کرنے کیلئے ایک خاص مسلک کے لوگوں نے اسے مشہور کر رکھا ہے۔

ب) اس زمانہ میں جو لوگ قید کی حالت میں کسی عدالتی فیصلے کے بغیر قتل کئے گئے صرف ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے جب حجاج مرا ہے تو اس کے قید خانوں میں ۸۰ ہزار بے قصور انسان کسی مقدمے کے بغیر سڑ رہے تھے۔

بحث: یہ غلط قصہ علامہ ابنِ عبدالبر کی کتاب "الاستیعاب" کا ہے۔ الاستیعاب کے متعلق قدیم علماء نے لکھا ہے کہ یہ معتبر کتاب نہیں اس لئے کہ اس کتاب کے مصنف کے ذہن پر کافی حد تک اثر سبائی پارٹی کا ہو چکا تھا اور وہ بنو امیہ سے دلی طور پر خوش نہ تھے اسلئے چن چن کر ایسی روایات اکھٹی کرتے تھے کہ اس میں عمالِ بنو امیہ کو بدنام کیا جاسکے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "سیدنا معاویہؓ شخصیت و کردار جلد ا" و "اظہارِ حقیقت جلد ا"۔

اس کے علاوہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بقول راوی ایک لاکھ بیس ہزار لوگ قتل کئے گئے تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جنگِ جمل میں دس ہزار اور جنگِ صفین میں ستر ہزار لوگ کام آئے اور امت ابھی تک ان زخموں کو نہیں بھول سکی اور پھر کیا یہ ممکن ہے ایک لاکھ بیس ہزار لوگ قتل کر دیئے گئے ہوں اور پھر کوئی ہنگامہ نہ ہو اور یہ بھی اس وقت جب ابھی صحابہ کرامؓ زندہ ہوں۔ اور پھر بقول راوی ۸۰ ہزار بے قصور افراد جیل خانوں میں قید ہوں کیا معترضین میں سے کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ آج بھی کہیں اتنے بے قصور آدمی قید ہیں اور پھر انکے حق میں کوئی قرارداد کوئی مظاہرہ نہیں ہوتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ تمام روایات "قیل" "یقال" کے بدنام زمانہ صیغوں سے بیان کی گئی ہیں۔ اس پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے اتنی مفید معلومات امت تک پہنچانے کا اہم کام جس نے کیا اس نے یہ سب معلومات کہاں سے اکٹھی کیں؟۔ اس وقت کون سا ڈاک اور فون کا نظام قائم تھا اس وقت کون سا اعداد و شماری کا ایسا معتبر اداہ قائم تھا جسکی معلومات اس قدر مظبوط دلائل پر مبنی ہوا کرتی تھیں؟۔ اور پھر یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ اگر امیر حجاجؒ اتنے ہی ظالم انسان تھے جتنا کہ مجہول راوی بیان کرتا ہے تو پھر ان معلومات کے فراہم کرنے کے بعد امیر حجاجؒ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا یہ معلومات امیر حجاجؒ کے دور میں منظر عام پر آئیں یا بعد میں؟۔ اور اگر بعد میں مظر عام پر آئیں تو ان خرافات کی

تصدیق کس نے کی اور ان ایک لاکھ بیس ہزار لوگوں کی قبریں کہاں ہیں؟ ایک بات اور بھی قابلِ ذکر ہے کہ
بنو امیہ عمال کے دورِ خلافت میں تو جیل خانوں کی تعداد اتنی کہاں تھی کہ اس میں ۸۰ ہزار لوگ قید کئے
جاسکیں۔

ج) مشہور امام قرات عاصم بن ابی النجود کہتے ہیں کہ "اللہ کی حرمتوں میں سے کوئی حرمت ایسی نہیں جس کا
ارتکاب اس شخص (حجاج) نے نہ کیا ہو"۔

د) سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ: اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت لے آئیں تو ہم تنہا حجاج کو پیش کر کے ان
پر بازی لے جاسکتے ہیں"۔

بحث: یہ دونوں روایتیں علامہ ابن کثیر کی مشہور کتاب "البدایہ والنہایہ" کی ہیں۔ اس روایت میں دو
بزرگوں کے اقوال بیان کئے گئے ہیں۔ اس لیئے دونوں روایتوں پر الگ الگ بحث ضروری ہے۔
پہلی روایت میں سیدنا عاصم بن ابی النجود کا قول ہے کہ "اللہ کی حرمتوں میں سے کوئی حرمت ایسی نہیں جس کا
ارتکاب اس شخص (حجاج) نے نہ کیا ہو"۔ سیدنا عاصم کا یہ قول علامہ ابن کثیر نے جس زمانہ کے احوال میں
درج کیا ہے وہ خاندانِ بنو امیہ کے آخری دورِ خلافت کا ہے اس وقت تک کئی انقلاب آچکے تھے امیر حجاجؒ بھی
اس وقت دنیا میں موجود نہ تھے۔ اور جن واقعات کی بنیاد پر سیدنا عاصم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے وہ تمام بھی ان
کے دیکھے ہوئے نہ تھے بلکہ سماعی تھے۔ پھر جب خلافتِ امویہ کا زوال شروع تھا اور غلط پراپیگنڈہ کرنے والے
سیدنا امیر معاویہؓ اور سیدنا عثمانؓ کے خلاف جھوٹے الزامات لگا رہے تھے تو ان سے کیا بعید ہے کہ انہوں نے
امیر حجاجؒ کے خلاف پراپیگنڈہ نہ کیا ہو گا کہ بقول مولانا شاہ معین الدین ندویؒ

"وہ اموی حکومت کا بازو تھا۔ اس حکومت کے دوبارہ قیام واستحکام میں حجاج کا بڑا دخل تھا۔ اسی
نے تمام مخالف قوتوں اور عراق کو جو بنی امیہ کی مخالفت میں سب سے آگے تھا قابو کیا"۔

(تاریخ اسلام صفحہ ۴۶۶ جلد دوئم)

لہٰذا اب یہ فیصلہ قارئیں پر ہے کہ وہ کس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

دوسرا قول سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کا ہے۔ بقول راوی آپ نے امیر حجاجؒ کے بارے میں فرمایا کہ
"اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت لے آئیں تو ہم تنہا حجاج کو پیش کر کے ان پر بازی لے جاسکتے ہیں"۔
مگر راوی یہ کیوں بھول گیا کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کوئی غیر نہیں بلکہ اموی خاندان کے نورِ نظر تھے۔
امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد میں جوان تھے جب امیر حجاجؒ گورنر تھے اور تمام حالات ان کے سامنے تھے پھر
امیر المومنین ہشامؒ بن عبدالملکؒ نے انہیں اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس بات کا علامہ ابن کثیر کو بھی اعتراف ہے پھر
کیا وجہ تھی کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے امیر المومنین عبدالملکؒ یا امیر ہشامؒ کو کہہ کر امیر حجاجؒ کو معزول کیوں
نہیں کروایا؟ شائد یہ تمام باتیں راوی کے ذہن میں نہ تھیں ورنہ وہ ایسی لغو اور بے ہودہ باتیں سیدنا عمر بن
عبدالعزیزؒ کے منہ سے نہ نکلواتا۔

اصلاحات:-

امیر حجاج بن یوسفؒ نے خلافتِ اسلامیہ خاص کر بنو امیہ کی خلافت کو جس قدر استحکام فراہم کیا وہ
قابلِ رشک ہے۔ مختلف کارناموں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) قرآنِ مجید پر اعراب لگوانا:-

خلافتِ اسلامیہ عرب سے نکل کر عجم اور عجم میں بھی تین براعظموں تک پھیل چکی تھی۔ لوگ جوق
در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ جب لوگ کابل اور سمرقند سے دمشق اور مکہ و مدینہ جاتے تو انکے قرآن
پڑھنے اور سمجھنے میں کافی فرق ہوتا تھا۔ اسلئے امیر حجاجؒ نے فوراً اس مشکل کا حل تلاش کرتے ہوئے جید علماء
اور فقہاء جنہیں تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی ایک بڑی تعداد شامل تھی ان کا ایک اجلاس بلوایا جسمیں اس بات پر غور
کیا گیا کہ قرآن مجید پر اعراب لگانے کا عظیم فریضہ سرانجام دیا جائے۔ لہٰذا آج اگر یہ کہا جائے کہ تمام عجم
امیر حجاجؒ کی احسان مند ہے کہ قرآن مجید کو اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح نبوت کے معصوم ہونٹ پڑھتے
تھے تو یہ بے جانہ ہوگا۔

قرآن مجید پر اعراب لگانے کے علاوہ قرآنِ مجید ہی کی ایک خدمت ایسی بھی ہے جس سے عام مسلمان ابھی تک نہیں جانتے۔ عام کا تو ذکر ہی کیا علماء حقیقت سے ناواقف ہیں کہ سب سے پہلے قرآنِ مجید کیلئے ورق کا استعمال امیر حجاج بن یوسفؒ نے کروایا۔ قرآن مجید عہد رسالت میں چمڑے، ہڈی، درخت کی چھال اور پتھر اور بعض درخت کے پتوں پر لکھا ہوا تھا۔ قدیم کتاب "الفہرست" کے مصنف ابنِ ندیم کے حوالے سے مشہور محدث و محقق عالم مفتی علامہ عبداللطیف رحمانیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "تاریخ القرآن" میں فرماتے ہیں کہ

"یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ۸۵ھ میں حجاج نے کاغذ کو استعمال کیا۔ اس کے قبل عہد نبوت سے لے کر ۸۵ھ تک اس کا پتہ نہیں چلتا کہ خلفاء اربعہ نے اپنے وقت میں لکھنے کے واسطے کسی ایسی شے کا استعمال کیا ہو جو زمانہ نبوت میں نہ تھی۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے جائے کاغذ اس وقت تک برابر وہی شے مستعمل تھی جو پہلے رائج تھی اور اس وقت عرب میں ایسی شے موجود تھی جس پر کاغذ کی طرح لکھا جاسکے"

(تاریخ القرآن صفحہ ۶۰)

۲) محکمہ پولیس کا قیام:-

اسلامی فوج سرحدوں کی حفاظت کیلئے بہت پہلے سے وجود میں آچکی تھی۔ پھر اسی فوج کا کچھ حصہ اندرون ملک نظم و ضبط قائم رکھنے کیلئے بھی استعمال ہوتا تھا۔ مگر یہ شرف امیر حجاجؒ ہی کو حاصل ہے کہ انکے دورے امارت میں سب سے پہلی مرتبہ محکمہ پولیس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو کہ ملکی سطح پر اندرونی نظم و نسق کا انتظام کرتا تھا۔

۳) بغاوتوں کی سرکوبی:-

امیر حجاجؒ جس وقت گورنر بنے تو خلافتِ اسلامیہ باغیوں کے ہاتھ کٹ پتلی بن چکی تھی۔ ہر طرف نفسا نفسی کی سی کیفیت طاری تھی۔ ان حالات میں ایک ایسے مردِ مجاہد کی ضرورت تھی جو فہیم بھی ہو اور مدبر بھی۔ بہادر بھی ہو اور دانشمند بھی چنانچہ امیر حجاجؒ کا بطور گورنر تقرر بغاوتوں کے استیصال میں کافی مددگار ثابت ہوا۔

۴) نو مسلموں پر جزیہ:-

نو مسلموں پر جزیہ کا قیام ایک ایسا کام ہے جسکی اپنے اور پرائے سب مورخین نے تعریف کی ہے۔ فتوحات کی وجہ سے جہاں خلافتِ اسلامیہ تین براعظموں تک پہنچ گئی تھی وہاں لوگ بھی جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ ان حالات میں خطرہ یہ لاحق ہو گیا کہ لوگ اس طرح مسلمان ہوتے رہے تو حکومت کی آمدن کم ہو جائے گی۔ چنانچہ امیر حجاجؒ نو مسلم لوگوں پر بھی جزیہ لگانے کا اعلان کر دیا۔

۵) ذرعی ترقی:-

بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ محکمہ آبپاشی کو جدت بخشنے کا کارنامہ بھی امیر حجاجؒ ہی کے سر ہے۔ پہلے دور میں یہ محکمہ نہ ہونے کے برابر تھا مگر امیر حجاجؒ نے بہتر معاشی اصلاحات کے پیشِ نظر دور دراز علاقوں میں پانی پہنچانے کا کام سرانجام دیا۔

۶) بے مثال خطیب:-

امیر حجاجؒ ایک بہترین خطیب اور بے مثال مقرر تھے۔ انکی متعدد تقاریر تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ کوفہ کی جامعہ مسجد باغی گروہ کے درمیان وہ جراتمندانہ خطاب جس سے باغی سر جھکانے پر مجبور ہو گئے آج بھی ہمارے سیاستدانوں کیلئے مشعلِ راہ ہے جو ملک کو بغاوت اور سازشوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میدانِ جنگ کی تقاریر اور سازشیوں اور خوارج کے ساتھ مناظرانہ شان سے خطابت کے وہ جوہر آج بھی محفوظ ہیں جنہیں صدیوں تک بھلایا نہ جاسکے گا۔

۷) عالم اور قاری قرآن:-

امیر حجاجؒ قرآن مجید کے زبردست قاری اور عالم تھے۔ آپکی قرآن فہمی کا ثبوت وہ تقاریر ہیں جو انہوں نے خارجیوں کے سوالات کے جوابات کی شکل میں کیں۔ اور قرآن مجید کے ساتھ بے مثال عشق ہی تھا جسکی وجہ سے وہ عظیم کام سرانجام دیا کہ غیر تمند مسلمانوں کی گردنیں قیامت تک اپکے احسان کی وجہ سے

جھکی رہیں گیں۔امام ابو یوسفؒ کی شخصیت سے عام اور خواص دونوں ہی واقف ہیں۔اپ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے لائق شاگرد اور عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت ہیں۔آپکی تصانیف علماء اسلام کیلئے اندھیرے میں چراغ کی حیثیت رکھتی ہیں۔آپکی ایک تصنیف بنام ''کتاب الخراج'' امت مسلمہ سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے المختصر یہ کہ روزِ قیامت تک اگر کہیں شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ ہوگا تو عشر و زکوۃ کے سلسلے میں اس کتاب کے بغیر کوئی بھی قانون نافذ نہیں ہو سکتا۔اسی کتاب میں ایک مسلہ کے ضمن میں مفتوحہ ممالک میں کفار محاربین کی متروکہ آراضی کے بارے میں امیر المومنین ہارون الرشیدؒ کے ایک سوال کا جواب دینے کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

فہذا سبیل القطائع عندی فی ارض العراق والذی صنع الحجاج ثم فعل عمر ابن عبدالعزیز فان عمر رضی اللہ عنہ اخذ بذلک بالسنۃ فان من اقطعہ الولاۃ المھدیون فلیس لاحد ان یرد ذلک
یعنی

''پس ارضِ عراق میں زمینداریوں کے بارے میں میرے نزدیک یہ حکم ہے اور یہ وہی ہے جو حجاج نے کیا تھا پھر عمر ابن عبدالعزیز نے بھی وہی کیا۔ بیشک عمر بن عبدالعزیز نے (اللہ ان سے راضی ہو) سنت کے مطابق عمل کیا۔کیونکہ جب کسی کو (کوئی قطعہ زمین) ہدایت یافتہ والی عطا کردے تو کسی کے لئے اسے واپس لینا جائز نہیں''

ان الفاظ کو غور سے دیکھا جائے تو صاف پتہ چل رہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ امیر حجاج بن یوسفؒ کے عمل سے استدلال فرمارہے ہیں۔اب معترضین ہی بتائیں کہ کیا کسی ظالم جابر کے عمل سے امام ابو یوسفؒ شریعتِ اسلامیہ کے کسی مسلہ میں پیروی کر سکتے ہیں؟ پھر اسی قول سے مزید ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ بھی اپنے دورِ خلافت میں اس پر عمل کیا کرتے تھے پھر امام صاحبؒ کے انہی الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ امیر حجاجؒ اور اموی عمال کو ''والی'' اور ''مھدی'' یعنی ''ہدایت یافتہ'' فرمارہے ہیں۔

۸) امیرِ حجاجؒ بطور منتظم:-

امیر حجاجؒ بہترین منتظم اور بہت باصلاحیت انسان تھے انہوں نے خلافتِ اسلامیہ کو بچانے کیلئے ہر وہ کام کیا جو وہ کر سکتے تھے۔انہوں نے خلافتِ اسلامیہ کو آگ کے شعلوں سے نکال کر پھلوں کی سیج پر بٹھا دیا۔

خلیفۃ المسلمین جو کہ باغیوں اور سازشیوں کے ہاتھ کھلونا بن چکے تھے انہیں اپنا صحیح مقام دلوایا۔معاشی احکام، معاشی اصلاحات، پولیس کے محکمہ کا قیام اسکی بہترین اور باصلاحیت شخصیت کے اعلیٰ نمونے ہیں۔خلافتِ بنو امیہ کے ایک ایسے گورنر جو خلافتِ اسلامیہ کو چار بڑے جرنیل سپہ سالار محمد بن قاسمؒ، موسیٰ بن نصیرؒ، قتیبہ بن مسلمؒ اور طارق بن زیادؒ دیئے۔جنہوں نے خلافتِ اسلامیہ کے رقبہ میں لاکھوں مربع میل زمین کا اضافہ کیا مگر آج معترضین یہ بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اپنی ذات کی خاطر ایک انچ بھی جگہ غصب کی ہو۔حثیت گورنر حکومت کی نمک حلالی کا اس سے بڑا ثبوت آج تک تاریخ انسانیت نے اپنی انکھوں سے نہ دیکھا ہوگا۔

۹) امن و امان کا قیام:-

کئی مورخین یہ بات لکھنے پر مجبور ہیں کہ امیر حجاج بن یوسفؒ ہی کی بدولت خلافتِ اسلامیہ میں خوشحالی کا دور دورہ شروع ہوا جسکی وجہ سے امیر المومنین ولیدؒ بن عبدالملکؒ کا دورِ خلافت اسلام کے سنہری ادوار میں شمار ہوتا ہے۔

وفات:-

آخر کار وہ وقت بھی آپہنچا جو زندگی کا اختتام اور دارالبقاء کا سفر ہے۔فرشتہ اجل حکم ربانی لے کر اس مردِ مجاہد اور عظیم جرنیل کے دروازے پر پہنچا۔اور امیر حجاجؒ کا انتقال ۹۶ھج میں ہوا۔بقول مولانا شاہ معین الدین ندویؒ کہ

''وہ اموی حکومت کا بازو تھا۔اس حکومت کے دوبارہ قیام واستحکام میں حجاج کا بڑا دخل تھا۔اسی نے تمام مخالف قوتوں اور عراق کو جو بنی امیہ کی مخالفت میں سب سے آگے تھا قابو کیا''۔

(تاریخِ اسلام صفحہ ۴۶۶ جلد دوئم)

حرفِ آخر:-

امیر حجاج بن یوسفؒ کی زندگی کا اجمالی سا نقشہ آپ نے پڑھا۔ میری مکمل کوشش رہی کہ تاریخ کے اولین واقعات کو مستند روایات کی روشنی میں مستند کتب سے اخذ کیا جائے۔ امیر حجاجؒ کے کارناموں کو سیاہ کرنے والی کتابیں کچھ تو ڈرامائی نقطہ کی ہیں۔ جیسے کہ نسیم حجازی مرحوم۔ اور مختلف کتب بنام تاریخِ اسلام جیسے جسٹس امیر علی اور کچھ ایسی بھی ہیں جنکے مصنفین نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی غرض سے کتب تحریر کیں اور سراپا عذاب کا موجب بنے جیسے کہ سید مودودی اور انکی کتاب خلافت و ملوکیت، انسانیت موت کے دروازے پر۔ مصری مصنفین مثلاً ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور فجر اسلام کا مصنف امین اور تاریخ الخلفاء وغیرہ ان سب کتابوں کی روایات ضعیف، مجروح، مکذوب اور مقطوع مشہور ہیں۔ اخباری قسم کے راوی جنکا کام صرف اپنا خاص مقصد حاصل کرنا اور تاریخ اسلام کو داغدار کرنا ہے۔ اس سلسلے میں میں ''انسانیت موت کے دروازے پر'' کا خصوصی ذکر کروں گا۔ اکثر و بیشتر اسی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ یہ کتاب مولانا ابوالکلامؒ کی تصنیف کے نام سے مشہور ہے مگر دراصل یہ کتاب انکی ہرگز نہیں بلکہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی ہے۔ جو پہلے الہلال میں شائع ہوتی رہی بعد میں ناشروں کی مہربانی سے مولانا عبدالرزاق کے نام کے بجائے مولانا ابوالکلامؒ کے نام سے شائع ہونی شروع ہو گئی اور آج تک ہو رہی ہے۔ یہ کوئی مستند کتاب نہیں بلکہ افسانوی نوعیت کی حامل ہے۔ تفصیل کیلئے ملاخطہ ہو آغا شورش کاشمیری مرحوم کی کتاب ''ابوالکلام آزادؒ'' صفحہ نمبر ۲۷۳ اور اسی طرح کتاب ''شہیدِ اعظم'' بھی مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ہی کی تصنیف ہے مولانا ابوالکلام آزاد کی نہیں ملاخطہ ہو مذکورہ کتاب اور صفحہ اور اسی طرح دوسری ''خلافت و ملوکیت'' اس کتاب کا حال جو اپنے وقت میں ہوا سب جانتے ہیں۔ ہاں ایک خاص مذہب کے لوگوں اور انکی مجالس میں اس کتاب کو کافی پذیرائی ملی کیونکہ یہ لکھی ہی انکے نقطۂ نظر کے مطابق تھی۔ سیاہ ٹائیٹل کے ساتھ شائع ہوئی۔ پھر جو سیاہی مولف کے حصے میں آئی الامان الحفیظ۔ المختصر یہ کہ بقولِ امام التاریخ علامہ عبدالرحمٰن ابنِ خلدونؒ

''تاریخ اسلام کی حیثیت ایک گلشن کی سی ہے جس میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی، اب دیکھانے والے کی نظر ہے کہ وہ دنیا کو پھول دیکھاتا ہے یا کانٹے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اہل بیت اطہار سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت
النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھتھم
ازواج مطہرات
یعنی امہات المؤمنین
صاحبزادے
حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عبداللہ (طاہر و طیب) رضی اللہ عنہ
حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سب زمانہ نبی دنیا سے رخصت ہو گئے
صاحبزادیاں
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابو العاص
سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان غنی رض
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان غنی رض
سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت علی مرتضیٰ رض
نواسے
حضرت علی بن حضرت ابو العاص
حضرت عبداللہ بن حضرت عثمان غنی
حضرت حسن بن حضرت علی المرتضیٰ
حضرت حسین بن حضرت علی المرتضیٰ
نواسیاں
سیدہ امامہ بنت حضرت ابو العاص زوجہ حضرت علی المرتضیٰ
سیدہ ام کلثوم بنت حضرت علی زوجہ حضرت عمر فاروق
سیدہ زینب بنت حضرت علی زوجہ حضرت عبداللہ بن جعفر
سیدہ رقیہ بنت حضرت علی بچپن میں وفات پائی
سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر صدیق
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش
سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ
سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت فاروق اعظم
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت اسہیل
سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی ابن اخطب
فرمان نبوی ما انا علیہ واصحابی (ترمذی)
جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ ہیں اس طریقے کے تابع ہی نجات پانے والے ہیں
سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابو سفیان
سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث
سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث
سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا
سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت شمعون
خلفائے
حضرت ابو بکر صدیق
حضرت عمر فاروق اعظم
حضرت عثمان غنی ذوالنورین
حضرت علی المرتضیٰ
حضرت حسن
حضرت امیر معاویہ